والعصر ۝ ان الانسان لفی خسر ۝

جامعہ عثمانیہ کا ترجمان

ماہنامہ

العصر

پشاور

مدیر مسئول
مفتی غلام الرحمٰن

مارچ 2005ء محرم ۱۴۲۶ھ

Scanned with CamScanner

جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

ماہنامہ

العصر

پشاور

[illegible]

مجلس ادارت | مجلس مشاورت

مفتی غلام الرحمن [illegible]

مارچ 2005 محرم ۱۴۲۶ھ جلد ۱۱ شمارہ ۳

فہرست مضامین

[illegible]		
[illegible]	اداریہ	[illegible]
دروس القرآن	مفتی غلام الرحمن	[illegible]
[illegible]	مفتی غلام الرحمن	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]		
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
تبصرہ کتب	[illegible]	[illegible]

[illegible]

پبلشر و دفتر

مفتی غلام الرحمن [illegible]

[illegible]

[illegible] 125 روپے [illegible] 25 ڈالر [illegible]

آپ کی توجہ کیلئے!!

جامعہ عثمانیہ پشاور کے توسیعی منصوبہ میں حلقہ جلوزئی علاقہ خٹک میں [illegible] زمین میں [illegible] کنال وسیع رقبہ [illegible] دو ہزار طلباء کیلئے [illegible] رہائشی [illegible] عمارات کا مجوزہ نقشہ تیار ہو چکا ہے۔ جس میں [illegible] ہزار نمازیوں کیلئے [illegible] حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ کے نام سے ایک وسیع اور خوبصورت مسجد بھی منصوبہ [illegible] ہے۔ سرسری جائزہ کے مطابق صرف مسجد پر (دو کروڑ) 2,00,00,000 کی لاگت آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا [illegible] اس منصوبہ پر کام شروع کیا گیا ہے۔

کیا معلوم؟ کہ آپ جیسے [illegible] رکھنے والے بے لوث خادم [illegible] کی حلال آمدنی میں سے کچھ حصہ اس کے لئے قبول ہو کر آخرت سنوارنے کا [illegible] ثابت ہو۔ اس لئے آپ اس مقدس مشن میں اپنا حصہ نقد، سریا، سیمنٹ [illegible] ریت یا عمارتی لکڑی کی شکل میں ڈال سکتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ [illegible] اہم خدمت کیلئے قبول فرمائے۔ آمین

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عثمانیہ پشاور

Scanned with CamScanner

صدائے عصر

منشیات کے تدارک میں علماء کا کردار

19 مارچ کو پرل کانٹیننٹل پشاور میں ANF نے ﴿منشیات کے تدارک میں علماء کرام کے کردار﴾ کے موضوع پر ایک سیمینار منعقد کیا۔ جس میں قرب و جوار کے علماء اور خطباء نے شرکت کی۔ مفتی غلام الرحمٰن چیئرمین نفاذ شریعت کونسل صوبہ سرحد نے جو تقریر کی اس کی چیدہ چیدہ نکات پیش خدمت ہیں۔

(ادارہ العصر)

معزز علماء کرام اور ANF کے مجاہدین!

صوبہ سرحد کے علماء کرام کے اس نمائندہ اجتماع کے سامنے منشیات کے حوالے چند معروضات پیش کرنے کے موقعہ پر ایک دلی سرور اور باطنی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ چونکہ اسلا نے آج سے ساچودہ سو سال قبل عرب کے ریگستانی معاشرہ میں منشیات کے نقصانات اور مضرا کا ادراک کر کے ﴿انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون﴾ سے ممنوع قرار دیا تھا۔ آج کے اس ایٹمی دور پوری دنیا کا بلا امتیاز مذہب وعقیدہ منشیات کے خلاف صف آرا ہونا، اسلام کی حقانیت کی وا دلیل ہے۔ گویا اس کہنے میں نہ کوئی مبالغہ ہے اور نہ کوئی چرب لسانی ہے کہ ﴿ھیروئن﴾ دنیا کا واحد نشہ ہے۔ جس کی ممانعت پر پوری دنیا متفق ہے۔ دنیا کے کسی معاشرہ میں اس کے لئے نہیں۔ ہر ذی شعور انسان اس کو انسان دشمن اور زہر قاتل سمجھتا ہے۔

معزز علماء کرام!

اسلام تو امن و آشتی کا مذہب ہے۔ مسلم اور مومن کے لفظ کا مادہ ہی سلامتی اور ا

درس دیتا ہے۔ وہ پورے معاشرہ کے لئے خیر خواہی کا امین ہے۔ میرے آقا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ﴿الدین النصیحہ﴾ دین خیر خواہی کا نام ہے۔ جب پوری دنیا ہیروئن کو انسان کی تباہی کا ضامن سمجھتی ہے۔ اور پوری انسانیت کو اس میں انسان کی تباہی نظر آ رہی ہے۔ تو اسلام کیوں کر ایسے زہر آلود چیز کی اجازت دیگا۔ اس لئے کسی مسلمان عالم نے آج تک ہیروئن کی حلت کا فتویٰ نہیں دیا۔ جبکہ چند سال پہلے مغرب کی ایک عدالت نے ھیروئن پر پابندی انسانی آزادی کے خلاف قرار دیکر اس کے استعمال کی کلی اجازت دی تھی۔ آخر کار یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اسلام ایک فطری دین ہونے کے باوجود فطرت کے خلاف یہ فیصلہ دے۔ اور خود فطرت کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرے۔ اس لئے اسلام شراب کی طرح ہیروئن کے استعمال کی اجازت نہیں دیتا۔ اس کا استعمال معاشرہ میں قابل تعزیر جرم ہے۔ صرف استعمال نہیں، بلکہ اس کی فراہمی یعنی خرید و فروخت اور فراہمی کے لئے آلہ کار بننا یعنی افیون کی کاشت کی اجازت بھی اسلام نہیں دیتا۔ ﴿مصالح مرسلہ﴾ جو دستور شریعت کا ایک مستقل ماخذ ہے۔ اور اسلام کے آفاقی مذہب کے حوالہ سے معاشرہ کے کئی مسائل کا حل مصالح مرسلہ کے ذریعہ ڈھونڈا جاتا ہے۔

اس کی رو سے جس چیز کی فراہمی یا پیداوار میں مفسدہ غالب ہو، تخریبی جانب راجح ہو تو وہاں عدم جواز کی جانب راجح رہے گی۔ ہاں جہاں کہیں مفسدہ مغلوب ہو تو فراہمی میں مصالح کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ مثلاً انگور کے باغات سے اگرچہ شراب بھی بن سکتی ہے۔ لیکن وہاں پر انگور کی خرید و فروخت یا باغات لگوانے میں شراب بنانا مقصود نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے انگور کے باغات لگوانے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن افیون کی کاشت مین آج کل ہیروئن بنانے کا مقصد غالب ہے۔ تداوی کے طور پر اس کی کاشت یا خرید و فروخت مغلوب ہے۔ اس لئے مصالح مرسلہ کے حوالہ سے اسلامی معاشرہ کو اس کی خرید و فروخت اور کاشت سے بھی پاک رکھا جائے گا۔ ہاں اگر کہیں افیون کی ضرورت تداوی کے طور پر محسوس ہو تو پھر حکومت خود اس کی کاشت کا بندوبست کر کے یہ کمی پوری کر سکتی ہے۔ لیکن عام معاشرہ کے حوالہ سے مخصوص اجازت دینا بھی مفاسد کا

دروازہ کھولنے کے سوا کچھ نہیں۔میرے خیال میں ہیروئن کی دریافت سے قبل افیون کی کاشت کے بارے میں بعض جزئیات کا سہارا لیکر جواز کا بہانا معاشرہ پر بے رحمی کا بڑا ثبوت ہے۔کیونکہ اس وقت افیون سے اس سفید زہر کو بنانے کا رواج نہیں تھا۔آج جب اس کا سب سے بڑا مقصد ہیروئن بنانا ہے تو اس کی کاشت کی کبھی اجازت نہیں دی جاسکتی۔دستور اسلامی کے ایک اہم اصول ﴿الامور بمقاصدها﴾ سے بھی افیون اور دوسری منشیات کی کاشت اور خرید وفروخت کے جواز کی نشاندہی ہوتی ہے۔

مزید براں اسلام کا ایک سنہری دستور ہے کہ جس چیز کا استعمال جائز نہیں۔اس کی خرید فروخت اور کاشت بھی ناجائز ہوگی۔کہ ﴿ماحرم فعله حرم طلبه﴾ یعنی جس چیز کا کرنا ہو اس کی طلب بھی حرام ہوگی۔شرح مجلۃ الاحکام میں ہے۔

فکل شی لا یجوز فعله لا یجوز طلب ایجاده من الغیر سواء کان بالقول او الفعل بان یکون واسطة او آلة لایجاده۔

شرح المجله (محمد خالد الاتاسی) تحت المادہ ۳۵

ترجمہ۔ہر وہ چیز جس کا کرنا جائز نہ ہو۔دوسرے سے اس کی طلب۔خواہ قول وفعل کے ذریعہ اس کی ایجاد کا ذریعہ ہونا جائز ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ہیروئن کا استعمال جائز نہیں۔اس کا مبداء ومنشاء افیون کی کاشت اور خرید وفروخت بھی جائز نہیں۔

معزز علماء کرام!

آپ حضرات کو اس جہاد میں شرکت کی دعوت دینا خود علماء کی شخصیت کے اعتراف کا بیّن ثبوت ہے۔اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔کہ علماء کرام معاشرہ کا وہ قابل قدر ہے۔جن کے بغیر نہ کسی معاشرہ میں نیکی کی ترغیب کامیاب طریقہ سے ہوسکتی ہے اور نہ برائی کا تدارک ہوسکتا ہے۔چونکہ ﴿امر بالمعروف اور نہی عن المنکر﴾ منصب نبوت کا فرض منصبی

لہذا یہ کام وہ لوگ کر سکتے ہیں جن کو نبوت کی وراثت کا استحقاق ملا ہو۔حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔﴿العلماء ورثة الانبیاء﴾ علماء انبیاء کے (جائز) وارث ہیں۔

آپ ہی معاشرہ میں اس برائی کا قلع قمع کر سکتے ہیں۔آپ ہی اس برائی کا تدارک بہترین طریقہ سے کر سکتے ہیں۔مجھے اس معاشرہ سے یقیناً ہمدردی ہے۔جس کا خاندانی نظام تباہ ہو کر مادر پدر آزاد معاشرہ کی ترویج وترغیب اس کی خصوصیت سمجھی جاتی ہے۔ایسے آزاد معاشرہ میں اگر ایک شخص ہیروئن کا شکار ہو کر اپنی زندگی کھو بیٹھے۔یقیناً قابل رحم ہے۔لیکن اس معاشرہ پر میں افسوس کیئے ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ہوں کہ جس معاشرہ کی اکائی خاندان ہو۔یعنی اسلامی معاشرہ، وہاں ایک شخص کی زندگی تباہ ہونے سے ایک شخص نہیں بلکہ کئی خاندان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ایک شخص کے ہیروئن پینے سے اس کی ماں اور اس کا خاندان یعنی ننھیال متاثر ہوگا۔باپ اور اس کا خاندان تو یقیناً متاثر ہوں گے۔کیونکہ مشرقی اصول سے یہی اس کے اصول اور خاندان ہیں۔لیکن بہن وبھائی اور ان کے تمام متعلقین بھی اس صدمہ سے نڈھال ہوں گے۔ہمسایہ اور پڑوسی بھی اس کی حالت زار کو بھی دیکھتے ہوئے اپنے آپ پر قابو نہیں پاسکیں گے۔گویا ایک شخص نہیں بلکہ ہر ایک شخص سے کئی خاندان متاثر ہوں گے۔اس لئے قرآن ایک شخص کی زندگی کا تحفظ پوری انسانیت کا تحفظ سمجھتا ہے۔

آج آپ حضرات کو معاشرہ اس متعدی بیماری کے تدارک کی دعوت دے رہا ہے۔میرا خیال ہے کہ ایک اسلامی معاشرہ میں رہتے ہوئے اس برائی کے خلاف آپ جو کام کر سکتے ہیں۔دوسرے معاشرہ میں اس کی توقع نہیں کی جاسکتی۔آج ہیروئن کے خلاف ہر طرف آواز اٹھائی جا رہی ہے۔میڈیا خواہ پرنٹ ہو یا الیکٹرانک، لاکھوں نہیں کروڑوں کے اشتہار آرہے ہیں۔لیکن اس کا نتیجہ بہت کم ہے۔اس کے مقابلہ میں آپ حضرات کی وہ آواز جو ممبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اٹھے گی۔اس کی قوت کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے۔آپ کی آواز میں خلوص کا جو جوہر ہے۔اس کے پیچھے للھیت کا بے لوث جذبہ کارفرما ہے۔جبکہ کسی دوسری آوازوں میں مفادات کی جنگ کا

مذموم جذبہ مجھے پنہاں نظر آرہا ہے- دنیا پر منشیات کی لعنت کا راز پچیس سال سے یعنی ۱۹۸۱ء کے بعد سے کھلی ہے- لیکن اسلام تو روز اول سے منشیات کو انسان کا دشمن سمجھ رہا ہے- آج سے سو سال قبل اسلام کی جو رائے تھی- آج بھی وہی رائے ہے- میں اس فلسفہ سے یقیناً نابلد ہوں کہ ہیروئن کا استعمال انسانی معاشرہ کا زہر قاتل ہے- اور یقیناً زہر قاتل ہے- لیکن ام الخبائث شراب کا پیالہ ہاتھ میں نہ لینے کو بنیاد پرستی یا دقیانوسی کی دلیل قرار دینا کہاں کا انصاف ہے؟

پھر بھی آپ حضرات پر ایک بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ معاشرہ کے حکیم اور نباض ہونے کی حیثیت سے اس قوم کے نوجوانوں کی جوانی پر رحم کھا کر اس کے انسداد اور تدارک میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں- مجھے یقین ہے کہ آپ کی محنت رنگ لائے گی- آپ کے پرخلوص جذبہ سے ہیروئن کے عادی توبہ نکال سکتے ہیں- اور کسی کو یہ جرات نہیں ہوگی کہ وہ افیون کی کاشت کرے- اور ہیروئن کی پیداوار میں اضافہ کا ذریعہ ثابت ہو- کیا آپ کے سامنے صحابہ کا وہ دور نہیں جنہوں نے شراب کی حرمت کی آواز سنتے ہی گھروں میں شراب کے مٹکوں کو توڑ کر گرایا- چنانچہ اس دن مدینہ کی گلیوں میں شراب بارش کے پانی کی طرح بہہ رہی تھی- بلکہ عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ جب حرمت شراب کی آواز صحابہ کو پہنچی تو جس کے ہاتھوں میں شراب کا پیالہ تھا اس کو وہیں پھینک دیا بلکہ بعض روایات میں ہے کہ حرمت شراب کی صدا سنتے ہی لبوں کے قریب کئے ہوئے جام کو واپس کیا-

معزز خواتین و حضرات!

میں اس محفل کو با معنی بنانے کے لئے یہ بھی اضافہ کروں گا - کہ محض علماء کی وعظ و نصیحتوں سے کام نہیں چلے گا - ہم تو مدتوں سے چیخ رہے ہیں - اس کے لئے مؤثر قانون کی ضرورت ہے- جو دفعات پہلے سے ہیں انہیں مؤثر بنائیں اور جہاں کہیں ضرورت پڑے تو جدید قانون سازی کریں- علماء کی وعظ و نصیحت، حکومت کی قانون سازی اور اہلکاروں کی مؤثر توجہ سے اس برائی پر قابو پایا جا سکتا ہے- بہتر ہوگا کہ اس ملک خداداد میں اس کے لئے اسلامی قانون کی

تنفیذ ہو- یہی اس کا بنیادی علاج ہے-

قانون سازی کے بارے میں اتنا عرض کروں گا کہ ہیروئن کے نشہ کے شکار افراد کے لئے کوڑوں کی سزا مقرر کرنے سے اس پر قابو پانا مشکل ہے- اگر چہ ایسے جرائم میں تعزیری طور پر کوڑوں کی سزا تجویز کرنے میں کوئی حرج نہیں- البتہ حد کا دائرہ شراب تک محدود ہے- ہیروئن پینے پر حد جاری نہیں ہو سکتی ہے- البتہ تعزیر ممکن ہے- لیکن ہیروئن کے عادی افراد پر کوڑوں کی سزا جاری کرنے سے مقصد کا پورا ہونا مشکل ہے- کیونکہ یہ افراد ذہنی توازن کھو بیٹھے ہوتے ہیں- ان میں احساس کا مادہ باقی نہیں رہتا- وہ گلی کوچوں میں گندگی کے ڈھیروں پر پڑے رہتے ہیں- دنیا سے ایسے بے خبر لوگوں کو سو کوڑے لگوانے سے ان کا باز آنا مشکل ہے- ان لوگوں کو تو بیمار فرض کر کے معاشرہ کا قابل رحم افراد سمجھیں- ان کو ہاتھوں میں اٹھا کر ان کا علاج کیجیے- معالجہ کے لئے نئے نئے سنٹر اور مراکز کھول دیں- اہل خیر حضرات اس میدان میں آئیں- اور انسانیت کے حوالہ سے ان کی مدد کریں- بلا امتیاز مذہب و عقیدہ ان پر رحم کھائیں- مسلمان تو در کنار اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کسی غیر مسلم کو بھی اس لعنت کے شکار ہونے سے بچائیں- البتہ منشیات کے فراہم کنندگان یعنی ہیروئن کے سمگلروں کو کڑی سزائیں دی جائیں- وہ کیوں انسانیت کے دشمن بن کر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ کھیل رہے ہیں- تعزیر کے طور پر انسان کے ایسے قاتل لوگوں کے لئے پھانسی کی سزا تجویز کرنے میں کوئی حرج نہیں- کیونکہ جس شخص کی فنکاری اور عیاری سے انسانی معاشرہ ایسی تباہی کا شکار ہو- اور آئے دن یہ ہزاروں اور لاکھوں انسان کے قتل کا سبب بن رہا ہو- وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محاربین سے ہونے کی وجہ سے ان کی سزا ﴿ان یقتلوا او یصلبوا﴾ یعنی ان کو قتل کرنا یا پھانسی پر لٹکانا ہے- تاہم قانون سازی کے معاملہ میں اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس کی تنفیذ یقینی ہو- آج ہمارا معاشرہ قانون کے حوالہ سے منافقت کا شکار ہے- قانون صرف مخالفین کو زیر کرنے کا ایک حربہ ہے- آپ میڈیا پر دیکھتے ہیں کہ سگریٹ کے بارے میں بڑے بڑے اشتہارات آتے ہیں- پہلے ان پر لکھا ہوتا ہے کہ سگریٹ

Scanned with CamScanner

مضر صحت ہے- لیکن پھر بھی اس کے باوجود خرید و فروخت کی دعوت دی جاتی ہے- معلوم نہیں کہ وہ کونسا قانون ہے جو معاشرہ میں مضر صحت اشیاء کی فراہمی کی اجازت دے- ہیروئن کے حوالے بھی عالمی اداروں کے حالات سے آگاہ ہوں گے- امریکہ اس کا بڑا داعی ہے کہ ہیروئن کا تدارک ہو اور اس کی کاشت نہ ہو- لیکن آپ کے سامنے وہ رپورٹیں بھی موجود ہیں کہ نکاراگوا کے باغیوں کے تعاون کے لئے منشیات کی سمگلنگ کس نے کی؟ آپ DED (ڈرگ اسفورسمنٹ ایڈ منسٹریشن) کے ایجنٹ میخائل ہون کی DEP COVER اور جنرل نوریگا کی رپورٹ پڑھ کر اندازہ کر سکتے ہیں کہ نظریہ کے تحت منشیات کے خلاف جنگ کرنے والے خود اس کی فراہمی کے لئے آلہ کار بن گئے-

میں آپ حضرات کو یہ بھی کہوں گا کہ آپ صرف ہیروئن کے خلاف جہاد کرنے والے نہ بنیں بلکہ ہر نشہ آور چیز کے استعمال کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور اپنے مجاہدانہ کردار کو فعال بنانے کے لئے اس میں وسعت پیدا کریں-

میں اے این ایف کے اہلکاروں کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ جب آپ حضرات اتنے اہم کام کا ذمہ اٹھا کر محنت کر رہے ہیں- ہمیں بھی اس میں ایک سپاہی کی حیثیت سے شریک سمجھیں- ہم بھی انشاءاللہ اس میدان میں حسب استطاعت اپنی کوششیں جاری رکھیں گے-

انتظامیہ کی طرف سے مدیر العصر کو متفقہ اعلامیہ پیش کرنے کی ذمہ داری بھی سونپی گئی تھی- آپ نے علماء کرام، ان کی نفسیات اور ممکنہ کردار کو سامنے رکھتے ہوئے جو اعلامیہ سنایا وہ مندرجہ ذیل ہے-

متفقہ اعلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج مورخہ 19 مارچ 2005ء بروز ہفتہ صوبہ سرحد کے نامور علماء کرام، مشائخ عظام، آئمہ مساجد اور سکالر حضرات کا یہ نمائندہ اجتماع اس بات کا متفقہ طور پر اعلان کرتا ہے کہ

(۱) خالق کائنات نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر کرہ ارض پر خلافت کے شرف سے نوازتے ہوئے اسے عقل و ہوش سمیت جو دیگر فطری و اخلاقی خوبیاں عطا کی ہے- ان کا تحفظ پورے اسلامی معاشرے کی ذمہ داری ہے- اسلام نے انسان کو حریت اور آزادی کا حق دینے کے باوجود اسے انسانی امتیازی خوبیوں اور انسانی اقدار سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی- بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے انسانی، اخلاقی اور دینی اقدار کا غلبہ ہی معاشرتی ترقی اور انسانی عزت وعظمت کا راز ہے-

(۲) اسلامی معاشرے کا یہ فرض ہے کہ ہر اس اقدام سے اجتناب کرے جس سے انسانی عظمت پامال ہو اور یا وہ معاشرے کے کسی بے راہ روی، دہشت گردی، امن و امان کی تباہی یا کسی ظلم و زیادتی پر منتج ہو- اور یہ کہ

(۳) شراب ﴿ام الخبائث﴾ یعنی تمام خرابیوں کی جڑ ہے- شراب اور دوسری جملہ منشیات سے انسانی معاشرے کا سکون اور امن تباہ ہوتا ہے- اور انسانی زندگیاں برباد ہوتی ہیں- اور یہ بھی کسی سے مخفی نہیں کہ منشیات کے استعمال کے عادی جوان چوری، ڈاکہ زنی، دہشت گردی اور دوسرے انسان دشمن جرائم پر اتر آتے ہیں- جو ایک مہذب معاشرے کے دامن پر سیاہ دھبہ ہے-

(۴) علمائے کرام کا یہ نمائندہ اجتماع اس حقیقت سے آگاہ ہے- کہ عصر حاضر میں پوری دنیا کے نوجوان مرد و زن ہیروئن اور دوسری منشیات کے استعمال سے تباہی کے اس مقام پر پہنچے ہوئے ہیں کہ مزید چشم پوشی سے شاید معاشرہ ایسی تباہی کا شکار ہو- کہ پھر منشیات استعمال نہ کرنے والوں اور اسے لعنت کہنے والوں کی نئی نسل کا بچنا بھی مشکل رہے-

(۵) اس لئے یہ اجتماع شراب کی قطعی حرمت کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام منشیات چرس، مارفین، افیون اور اس سے بننے والے سفید زہر یعنی ہیروئن کو انسانی معاشرے کا قاتل، امن و امان کی تباہی کا ذریعہ اور کسی بھی مہلک ہتھیار سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہے- اور قرار دیتا ہے کہ اسلامی معاشرے کا یہ فرض ہے- کہ وہ اپنا اخلاقی، قانونی اور مذہبی فریضہ ادا کرتے ہوئے منشیات کی لعنت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے ہر محاذ پر اس جہاد میں حصہ لے، نیز معاشرے کے ہر فرد کا

Scanned with CamScanner

فرض ہے کہ منشیات کے استعمال یا اس کے لئے آلہ کار بن کر کاشت یا پیداوار کا ذریعہ بننے
فراہمی کے لئے خرید و فروخت سے خود بھی اجتناب کرے اور دوسروں کو بھی باز رکھنے میں
کردار ادا کرے۔

(۶) حکومت وقت کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ منشیات کے انسداد کے لئے بنائے ہوئے
کی دفعات کو موثر بنائے اور کسی مصلحت کی رعایت کے بغیر اس لعنت کی فراہمی میں
قمع کرے۔ اور جہاں کمی کی محسوس ہو۔ تو تعزیری سزاؤں کے لئے قانون سازی
معاشرے کو اس لعنت سے پاک کرے۔

آخر میں علمائے کرام کا یہ نمائندہ اجتماع اس کا ادراک بھی رکھتا ہے کہ اسلامی
کے امن کی تباہی میں منشیات کی طرح بے حیائی کا بھی ایک فعال کردار ہے۔ اس لئے
میں امن و امان اور دہشت گردی سے بچنے کے لئے منشیات اور بے حیائی کا تدارک بھی
امر ہے۔ اس کے لئے پورے ملک میں اللہ تعالیٰ کے مقدس دستور حیات شریعت مطہرہ کا
تا کہ معاشرہ ان بے راہ رویوں سے محفوظ ہو کر ترقی کا سفر جاری رکھ سکے۔

والعصر ○ ان الانسان لفی خسر ○

مفتی غلام الرحمن

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال
الناس بالاثم وانتم تعلمون ○

ترجمہ۔ اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھایا کرو۔ اور نہ حکام کے پاس
ناجائز دعوی لیکر جانے کی کوشش کرو۔ تا کہ لوگوں کے مال کا کوئی حصہ ناجائز طور پر جان بوجھ کر
کھا نہ لو۔

محاسن ۔ گذشتہ آیات سے مناسبت یہ ہے کہ روزہ رکھ کر چند دنوں کے لئے دن بھر حلال
آمدنی کے کھانے اور جائز حقوق کے استفادہ سے پرہیز کی طرح حرام ذرائع آمدنی سے بھی ہمیشہ
کے لئے پرہیز کرو۔ جس طرح حلال غذا سے پرہیز کرنے سے رمضان میں تمہارے اعمال
بچتے ہیں۔ ایسا ہی زندگی بھر جب حرام غذا سے پرہیز کرو گے۔ تو تمہارے اعمال اور تمہاری
زندگی میں برکت ہوگی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ یہ دوسری بار امر
الہٰی کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ قصاص کے ذریعہ تمہاری انفرادی قوت محفوظ رہے گی۔ اس کے ساتھ
حرام خوری سے بھی بچتے رہو۔ تا کہ معاشرہ درست ہو کر جہاد کر سکو۔ حرام خوری سے پیٹ بھر کر تم
کبھی جہاد نہیں کر سکتے ہو۔ اور درمیان میں رمضان کا تذکرہ ہوا۔

حرام ذرائع آمدنی کا تدارک:

قرآن نے اس آیت میں بڑی جامعیت سے مختصر انداز میں حرام ذرائع آمدنی سے
جان بچانے کی ترغیب دی۔ معاشرہ میں عموماً دو قسم کے ڈاکو پائے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ دوسرے

کے مال کھانے میں کسی قانونی تقاضے کا سہارا لینے کے بغیر جس طرح کھانے کا موقعہ ملے، پر
نہیں کرتے۔ قرآن نے اس طریقہ کے خورد برد سے تعبیر ﴿باطل﴾ سے کی۔ علامہ الوسی فرما
ہیں۔ اس سے مراد ہر وہ ذریعہ آمدنی ہے، جس کی اجازت شریعت نے نہیں دی ہو۔ چوری، ڈا
اور دوسرے ناجائز کاروبار بھی اس کا حصہ ہے۔ قرآن نے اسلامی معاشرہ کو احساس دلانے
لئے اپنے مال سے تعبیر کی۔ آخر دوسرے انسان کا مال بھی تجھ سے ایسے تحفظ کا متقاضی ہے،
کہ تمہارا اپنا مال ہے۔ اس لئے ایک دوسرے کے مال ہڑپ کرنے کے لئے ناجائز راستہ اختیا
نہ کرو۔

معاشرہ میں کچھ عیار قسم کے لوگ ایسے بھی ملتے ہیں جو سفید پوش ڈاکو ہوتے ہیں
دوسروں کے مال کھانے کے لئے بے بنیاد وسائل کا سہارا لیکر قانونی راستہ اختیار کرتے ہی
حاکم وقت سے ذاتی مراسم رکھ کر یا رشوت دیکر فیصلہ کرواتے ہیں۔ یوں وہ دن دیہاڑے چو
کرتے ہیں۔ اور جان بوجھ کر لوگوں کے مال ہڑپ کرتے ہیں۔ قرآن نے دونوں قسموں
کیا۔ ایک مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ معاشرہ میں رہتے ہوئے درندگی کا مظاہرہ کرے۔

ذرائع آمدنی میں نزاکت کا احساس:

انسان کے پاس عمر، جوانی، مال اور علم امانت ہیں۔ ہر ایک امانت دیانت کا متق
ہے۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی روایت ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما
قیامت کے دن چار چیزوں کے بارے میں تسلی بخش جواب ملنے کے بغیر انسان کو اپنی جگ
ہلنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ ان چار چیزوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(الف) عمر کے بارے میں سوال ہوگا کہ تم نے کس میں گزاری ہے؟

(ب) جوانی کی نعمت کس میں صرف کی؟

(ج) مال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟

(د) علم کے بارے میں سوال ہوگا۔ اس پر کیا عمل کیا ہے؟

مذکورہ سوالات کو پرکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مال کے بارے میں سوال کی دوسری شق میں بنیادی سوال ذرائع آمدنی کے بارے میں ہے کہ حرام یا حلال طریقہ سے کمایا ہے۔ اس کے اطمینان کے بعد دوسرا سوال یہ ہوگا۔ کہ خرچ کرنے میں کیا کردار رہا۔ اس لئے ایک مسلمان کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ حرام ذرائع آمدنی سے اجتناب کرے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر جہاں اسلام کے عادلانہ نظام کا ایک جامع منشور پیش کیا۔ اس میں اس کی خاص نشاندہی کی گئی کہ

﴿ان دماء کم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی بلدکم ھذا﴾

یعنی تم پر تمہارے مسلمان بھائی کا خون، مال اور عزت کا اتنا احترام واجب ہے۔ جتنا تم آج کے دن کا اس مقدس شہر میں احترام کرتے ہو۔ جب تم اللہ تعالیٰ کے اس مقدس شہر کی عظمت کی آج کے دن پامالی کی جرات نہیں کر سکتے ہو۔ اس طرح تم پر مسلمان بھائی کی جان و مال اور عزت کا لوٹنا حرام ہے۔

حرام آمدنی اور قانونی تقاضوں کی تکمیل:

سفید پوش ڈاکو کا طریقہ واردات مختلف ہے۔ کبھی حرام خوری کے لئے قانونی پیچیدگیوں کا سہارا ڈھونڈ کر استحقاق کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور کبھی جھوٹ کے گواہ لا کر بے بنیاد دعویٰ کو قانونی سہارا دینے کی کوشش کرتا ہے۔ ممکن ہے ایک انسانی دنیوی محاسبہ سے بچنے کے لئے قانون کا سہارا لے سکے۔ اور جھوٹی گواہی سے اپنے موقف کا تحفظ کر سکے۔ لیکن قیامت کے دن ایسے بے بنیاد فیصلوں سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ﴿تم میرے پاس دعوے لاتے ہو۔ ممکن ہے کوئی اپنے موقف ثابت کرانے میں چرب لسانی سے کام لے اور میں اس کے بیان کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کروں۔ اگر میرے اس فیصلہ سے کسی مسلمان کا حق اس کو ملا۔ وہ کبھی نہ لے۔ یقیناً یہ جہنم کی

آگ سے ایک حصہ لینے کے مترادف ہے۔بعض روایات میں ہے اس کی مرضی ہے کہ
فیصلہ کے نتیجے میں وہ جہنم کا بوجھ اٹھائے یا چھوڑ دے۔

معلوم ہوا کہ بے بنیاد دعاوی میں اگر قانونی تقاضے پورے ہوں۔اور حاکم
رشوت دیکر فیصلہ کروانے میں کامیابی حاصل ہو۔یا اثر ورسوخ استعمال ہو۔لیکن جب تک فیما
بینہ و بین اللہ معاملہ درست نہ ہو تو ایسے فیصلوں کے نتیجہ میں حاصل کی ہوئی زمین یا دوسرے
حقوق حلال نہیں ہوتے ہیں۔امام ابوحنیفہؒ اگرچہ کسی مسلمان سے یہ توقع نہیں رکھتے ہیں کہ
جھوٹ کے دعوی کا سہارا لیکر کسی کا مال ہڑپ کرنے کی کوشش کرے گا۔اس لئے آپؒ
نزدیک قاضی کا فیصلہ ظاہراً اور باطناً نافذ رہے گا۔جس کے نتیجہ میں قاضی کے فیصلہ کے بعد شکوک
وشبہات کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔لیکن خیر القرون کے دیانت دار قاضی کا ملنا آج کل مشکل ہے
اسلئے اس مسئلہ میں حرام کی حیلہ سازی سے بچنے کے لئے یہی بہتر ہے کہ قضاء کے معاملات میں
کی وجہ سے صاحبین کے قول کو مفتی بہ قرار دیا جائے۔کہ مدعی جب خود جانتا ہے۔یہ چیز میرے
لئے حلال نہیں تو قاضی کے فیصلہ کی روشنی میں اس کو حلال نہ سمجھے۔ہزار فیصلوں کے باوجود اپنی
فراست سے کام لے۔جہاں کسی چیز کی حلت کے بارے میں یقین نہ ہو تو حرام کی کدورتوں سے
اپنا دامن سیاہ نہ کرے۔

کمیشن کی وصولی یا چوری اور سینہ زوری:

ہمارے اس معاشرہ میں کچھ وقت سے بددیانتی کو قانونی تحفظ حاصل ہے۔کرپشن
بدن عام ہو رہا ہے۔ملک کے خزانوں کو شیر مادر سمجھ کر لوٹا جارہا ہے۔سب اس میدان میں
استطاعت جوانمردی دکھا رہے ہیں۔پٹواری یا ایک سپاہی سے لیکر کلیدی آسامی پر بیٹھے ہوئے
لوگ بھی جان نہ بچا سکے۔بلکہ ملک کے صدر اور وزیر اعظم بھی کرپشن کے الزامات سے اپنے آپ
کو بری ثابت کرانے میں ناکام رہے۔گویا ادنی سے لیکر اعلی تک سب اس حمام میں ننگے ہیں
سرکاری محکموں میں کمیشن کے نام سے لوگ بددیانتی کا ارتکاب کرتے ہیں۔اور تنخواہ کی طرح اپنا

حق خدمت سمجھتے ہیں۔حالانکہ یہ حرام خوری کے لئے حیلہ اور بہانہ ڈھونڈنے کی بے سود محنت ہے
۔کمیشن کے نام سے یہ وباء پورے معاشرہ میں سرایت کرگئی ہے۔جس محکمہ میں کمیشن کے مواقع
زیادہ ہوتے ہیں۔وہاں نوکری کو ترجیح دی جاتی ہے۔بلکہ اس کے حصول کے لئے رشوت کا بازار
گرم رہتا ہے۔اس سے بچنے کے لئے باطنی تربیت کی خاص ضرورت ہے۔کیونکہ ملکی سزائیں اور
قانونی ضابطے اس میدان میں دم توڑ رہے ہیں۔ان کا کوئی اثر دکھائی نہیں دے رہا ہے۔

یسئلونک عن الاھلۃ قل ھی مواقیت للناس والحج ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظھورھا ولکن البر من اتقی واتوا البیوت من ابوابھا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون○

ترجمہ۔لوگ آپ سے چاند کی بابت پوچھتے ہیں۔آپ کہہ دیجئے یہ لوگوں کے لئے اوقات (کار) اور حج (عبادات) کی تعیین کا ذریعہ ہے۔(یہ بھی کہہ دیں) کہ گھر کے پچھواڑے سے داخل ہونا کوئی نیکی نہیں بلکہ بڑی نیکی اللہ تعالی سے ڈرنا ہے۔گھروں کے دروازوں سے آیا کرو۔اللہ تعالی سے ڈرتے رہو۔تاکہ تم کامیاب رہو۔

محاسن - سیاق وسباق کے حوالہ سے رمضان اور حج کا تذکرہ ہے۔درمیان میں ہلال کا مسئلہ چھیڑا گیا کیونکہ دونوں عبادات میں رویت کا بنیادی کردار ہے۔رمضان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (رویت سے روزہ رکھو اور رویت سے افطار کرو)۔یہی وجہ ہے کہ ریاضی کے مشکل حساب کی بجائے محض رویت پر رمضان کا دارومدار رکھا گیا ہے۔ایسا ہی حج کی عبادت بھی رویت پر موقوف ہے۔رویت ہی کو معیار بنا کر یوم عرفہ اور یوم حج کا تعین ہوتا ہے۔

اس آیت میں دو مسائل پر روشنی ڈالی جارہی ہے کہ قمری تقویم (کلینڈر) کے کیا فوائد ہیں۔اور خود ساختہ طریقہ عبادت سے اجتناب کرو۔انداز بیان میں سائلانہ رنگ غالب ہے۔جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ معاشرہ میں پیش آمدہ حالات کی رہبری قرآن نے کی ہے۔عام

مفسرین کی تصریحات کی روشنی میں بعض لوگوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
گھٹنے اور بڑھنے کے بارے میں پوچھا کہ اس میں کیا فلسفہ ہے؟ چاند مہینہ کے اول اور آخر
باریک ہوتا ہے- اور درمیان میں مکمل ہونے کے مراحل سے گذرتا ہے- عرب کے ما
معاشرہ کو دیکھتے ہوئے قرآن نے سوالات کی اصلاح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ
ہلال کی حقیقت پوچھنے کی بجائے اس کی حکمتوں اور فلسفوں پر غور کرنا چاہیے- کیونکہ اشیاء
حقائق اپنی جگہ ثابت ہیں- تمہیں اس کے رموز واسرار جاننے کی ضرورت ہے- تاکہ اللہ تعالیٰ
حسن کاریگری سے تمہیں آگاہی حاصل ہو- ہاں! تمہارے قمری تقویم کی بنیاد ہے- ا
تمہارے دنیوی معاملات اور عبادات کی صحت قائم ہے- تم اس کے ذریعہ اپنے معاملات
اوقات کا تعین کرتے ہو- حج جیسی اہم عبادت کے وقت کی تعیین اس پر مبنی ہے-

قمری اور شمسی کلینڈر کی شرعی حیثیت:

دنیا کے نظام چلانے کے لئے معاشرہ میں کئی نظام تقویم کا سہارا لیا جاتا ہے- تاہم
کلینڈر اور قمری کلینڈر کو خاص اہمیت حاصل ہے- قرآن نے سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۲ میں
کلینڈر کی طرف اشارہ کیا ہے- جبکہ یہاں پر قمری کلینڈر کا تذکرہ ہے اور سورۃ یونس آیت ۵
دونوں نظام کا تذکرہ ہے- ماہرین فن کی نشاندہی کی رو سے شمسی تقویم کا سال ۳۶۵ دن چو
ہوتا ہے- جس کے نتیجہ میں چھوٹے سال یعنی لیپ کے سال میں فروری کے مہینہ میں ایک
حساب کے لئے اضافہ کر کے ۲۹ کا شمار ہوتا ہے- اور یہ سال ۳۶۶ دن کا رہتا ہے- جبکہ
تقویم ۳۵۴ دن اور آٹھ گھنٹے کا ہوتا ہے- یوں شمسی اور قمری نظام میں تقریباً دس دن کا فرق
ہے- اگرچہ شمسی تقویم کے ذریعہ معاملات طے کرنے میں کوئی حرج نہیں- لیکن اسلامی ثقا
تہذیب میں جو نظام اوقات متعارف ہے- مثلاً عبادات یعنی نماز، روزہ، حج، وجوب زکوٰۃ
میں تقویم قمری کا اعتبار ہے- ایسا ہی عائلی نظام یعنی عدت وغیرہ میں بھی قمری سال معتبر
قمری کلینڈر کو اعتبار دینے کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس میں ہر موسم کی رعایت ہے- آپ دیکھئے

روزہ اور حج کبھی سردی اور کبھی گرمی میں آتے ہیں- اگر شمسی سال کا اعتبار ہوتا تو پھر روزہ سردی یا گرمی میں متعین ہوتا جو مشکل ہے- البتہ معاشرتی معاملات میں مسلمانوں کے علاوہ دوسری اقوام سے واسطہ پڑتا ہے- یہ ضروری نہیں کہ وہ لوگ بھی اس نظام کے پابند ہوں- اس لئے معاملات طے کرتے وقت طرفین کے علم میں اوقات کی تقرری ضروری امر ہے- جس کے لئے دوسرے نظام یعنی شمسی تقویم کا سہارا لیا جا سکتا ہے- تاہم اسلامی تشخص قمری کلینڈر سے وابستہ ہے- صفر، محرم وغیرہ کے اسماء قمری تقویم کی اکائیاں ہیں- جبکہ جنوری، فروری سے شمسی نظام کے سال کی ابتداء ہوتی ہے- قمری نظام میں رات آئندہ دن کا تابع ہو کر غروب آفتاب سے نئے دن کا آغاز ہوتا ہے- جبکہ شمسی تقویم میں رات کے بارہ بجے کا انتظار کرنا پڑتا ہے- یوں رات کی تقسیم دونوں دنوں میں ہوتی رہتی ہے-

الاہلہ کی انوکھی تشریح:

عام مفسرین ﴿الاھلہ﴾ ہلال کی جمع مانتے ہوئے مہینہ کی ابتداء یا انتہا کے حوالہ سے چاند کی حقیقت کے بارے میں اس کو سوال قرار دیتے ہیں- تاہم جواب میں ﴿اسلوب حکیم﴾ کا انداز اختیار کیا گیا ہے- کہ چاند کے گھٹنے بڑھنے کی حقیقت جاننے کے مشکل مسائل میں الجھنے کی بجائے فلسفہ اور اسرار جاننے کی ترغیب دی گئی- لیکن اس سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ علمی پیاس بجھانے کے لئے متعلقہ سوال کا جواب سمجھانا ضروری امر ہے- ہاں جہاں کہیں سوال غلط ہو تو سوال کی اصلاح وسعت ظرفی کی دلیل ہے- لیکن سوال کو مشکل سمجھ کر اس کا جواب نہ دینا قرآن کے مزاج کے خلاف ہے- اگر ان لوگوں میں جواب سمجھنے کی صلاحیت نہ تھی- تو پھر ایسا سوال بھی عرب کے جاہلانہ مزاج کے خلاف ہے- میرے خیال میں ﴿اسلوب حکیم﴾ کے دائرہ میں اس کو شمار کرنا بھی مشکل ہے- کیونکہ اس میں سوال کی اصلاح مقصود ہوتی ہے- پہلو تہی یا سوال کو مشکل قرار دیکر چھوڑنا اسلوب حکیم کے زمرہ میں نہیں آتا- اس لئے مناسب یہ ہے کہ سوال کا دائرہ ہلال چاند کے گھٹنے بڑھنے کی بجائے اشہر حرم ہونا چاہیے- خود لفظ اھلہ جمع ہونے کی وجہ سے اس سے

زیادہ موزونیت کا حامل ہے۔عرب کے ہاں اشہر حرم یعنی رجب، شوال، ذی قعد اور ذی الحج چار مہینوں کو خاص اہمیت حاصل تھی۔سال کے آٹھ مہینوں میں یہ ایک دوسرے سے لڑنے میں مصروف رہتے۔لیکن ان چار مہینوں میں یہ لوگ تمام تر توجہ کاروبار اور دینی معاملات پر دیتے تھے۔ان چار مہینوں کی کمائی سے پورا سال چلتا تھا۔اور انہی مہینوں میں مشرکین آزادی سے حرم آ سکتے تھے۔جہاں حج اور عمرہ کرنے کا موقعہ ملتا تھا۔شاید ان لوگوں نے ان چار مہینوں کے بارے میں سوال کیا ہو کہ آپ سے اشہر حرم کے بارے میں پوچھتے ہیں۔آپ کہہ دیجئے کہ ان مہینوں پر تمہارے دنیوی معاملات اور خاص کر حج وعمرہ کا نظام قائم ہے۔یعنی تم اس موقعہ سے یہ فائدے اٹھاتے ہو۔یہ تمہارے دنیوی معاملات طے کرنے اور مذہبی اقدار کی احیاء کے سنہری مواقع ہیں۔آئندہ آیات میں حج اور جہاد کے تذکرہ خصوصاً اس آیت کے دوسرے حصہ میں سفر حج کے دوران بعض احکام کے تذکرہ سے اس رائے کو تقویت ملتی ہے۔کہ یہ سوال اشہر حرم کے بارے میں ہے جیسا کہ آئندہ چند آیات اور سورۃ توبہ کی آیت ۳۶ میں ﴿اشہر حرم﴾ کا خاص تذکرہ پایا جاتا ہے۔

گھر کے پچھواڑے سے آنے کی قبیح رسم کی تردید:

آیت کے دوسرے حصہ میں مشرکین کی معاشرتی زندگی کے حوالہ سے ایک دوسرے رسم کا تذکرہ ہو رہا ہے۔عرب جب حرم کا ارادہ کر کے گھر سے نکلتے۔حج یا عمرہ کا سفر مکمل کر کے واپس آتے۔کوئی مسئلہ نہ ہوتا۔لیکن درمیان میں اگر حج وعمرہ کی باریابی کے بغیر واپسی ہوتی۔تو اس صورت میں دروازے کی بجائے گھر کے پچھواڑے سے دیوار میں سوراخ کر کے اندر آتے۔تاکہ اس میں ایک دوسرا تخیل کارفرما رہتا۔کہ سفر میں ناکامی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔جو شخص نامراد ہو کر گھر واپس لوٹتا تو دروازے کی جگہ پچھواڑہ استعمال کرنا۔عرب یہ زیادتی بھی کرتے کہ حج وعمرہ کے سفر کی عظمت اور تقدس کی خاطر دروازہ کو چھوڑ کر گھر کی دیوار توڑنا بڑی نیکی سمجھ رہے تھے۔اس لئے قرآن نے دوٹوک اعلان کر کے کہہ دیا۔گھر کے دروازے کو چھوڑ کر پچھواڑے سے آنا کوئی

نیکی نہیں۔اس رسم کو توڑ دو۔گھر کے دروازے سے آیا کرو۔نیکی کا معیار اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔اس لئے ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھو۔تاکہ تم پر کامیابی کے دروازے کھل سکیں۔

آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین عرب دروازے کے بجائے پچھواڑے سے داخلہ اگر عام رسم تک محدود رکھتے شاید اس پر اتنی گرفت نہ ہوتی۔لیکن جب ان لوگوں نے حج اور عمرہ کے سفر میں اس رسم کو جگہ دیکر عبادت کا درجہ دیا۔تو اس سے خطرہ کی گھنٹی بجی اور قرآن نے اس رسم کو توڑنے کی تاکید کی۔کیونکہ رسم اگر معاشرتی زندگی کا حصہ ہو۔ثواب وعقاب کی ترتیب اس پر نہ ہو تو عام زندگی میں اس کے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ﴿عرف﴾ کے حوالہ سے یہی رسم ورواج کبھی مسائل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ہاں اگر اس سے دینی اقدار پامال ہو یا کسی صریح نص سے تصادم کی شکل پیدا ہو تو پھر اثرات کے حوالہ سے اسلامی معاشرہ میں ایسے رواج یا عرف کو اختیار نہیں کیا جائے گا۔مثلاً آج کل روشن خیالی کے نام سے مادر پدر آزاد معاشرہ یا عدل و انصاف کے نام سے آزادی نسواں کا یہ فریب نعرہ اور یا کامیاب معیشت کے لئے سود کی ترویج اگرچہ معاشرہ میں سرایت کر گئی ہیں لیکن قرآن وحدیث کے نصوص سے تصادم کی وجہ سے اس عرف کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔گویا معاشرتی حوالہ سے کسی برے عرف کو اثرات کے حوالہ رد کیا جا سکتا ہے۔اور اچھے اثرات کی بنیاد پر قبول کرنا معاشرہ کی مجبوری ہے۔لیکن جہاں معاشرتی حالات سے ہٹ کر ثواب وعقاب کا دائرہ شروع ہو۔وہاں کسی ادنیٰ چشم پوشی کی گنجائش نہیں پائی جاتی۔یہی وجہ ہے کہ بدعت سیئہ (یعنی جو نیا کام ثواب کی نیت سے متعارف ہو) اسلامی معاشرہ کے لئے ناقابل تحمل ہے۔یہ معاشرہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ بدعت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور معاشرتی زندگی میں سنت کو ترجیح دیں۔اسی میں ان کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

دارالافتاء

آپ کے سوالات کے جوابات

مفتی
غلام الرحمن

پاکستان اسلامک میڈیکل ایسوسی ایشن (پیما) ملک بھر کی اسلامی تحریک سے وابستہ ڈاکٹر حضرات کی نمائندہ تنظیم ہے۔ 19-20 اپریل کو صوبہ سرحد کے حوالہ سے تربیتی اجتماع کے موقع پر آخری اجلاس میں «پینل ڈسکشن» کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جس کے مہمانان ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب کوئٹہ، ڈاکٹر عبدالمتین صاحب کوئٹہ اور مفتی غلام الرحمٰن صاحب جامعہ عثمانیہ پشاور تھے۔ اس موقعہ پر ڈاکٹرز حضرات کی طرف سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات حضرت مفتی صاحب نے دیئے۔ دارالافتاء کے حوالہ سے نذر قارئین ہیں۔ (ادارہ العصر)

لیبارٹریز میڈیکل سٹورز سے کمیشن لینا

سوال۔ بعض نامور ڈاکٹر بیمار کی تشخیص میں ٹیسٹ ضروری سمجھتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا یہ ڈاکٹر متعلقہ لیبارٹریز سے کمیشن وصول کرسکتا ہے یا نہیں؟ ایسے ہی ڈاکٹر کے مطب کے قریب جو میڈیکل سٹورز ہوتے ہیں کچھ ڈاکٹر حضرات ان سے بھی کمیشن کا تقاضا کرتے ہیں۔ کیا ان کے لئے یہ جائز ہے، یا نہیں؟

(الجواب وبا الله التوفیق)

جواب۔ کسی لیبارٹری یا میڈیکل سٹور کے پاس بیمار بھیجنے میں ڈاکٹر کے کردار کو سامنے رکھتے ہوئے کمیشن کی وصولی کے جواز اور عدم جواز کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں کہ بیمار کی

رہبری اور رہنمائی میں ڈاکٹر کی کوئی ایسی محنت شامل نہیں ہوتی جس کا وہ معاوضہ طلب کرسکے۔ کیونکہ تشخیص کی فیس وہ مستقل طور وصول کرتا ہے۔ کسی لیبارٹری یا کسی میڈیکل سٹور کی طرف رہبری میں ڈاکٹر کی کوئی رقم خرچ نہیں ہوتی ہے۔ ڈاکٹر کا کردار یہاں پر محض اعتماد کی جگہ کی نشاندہی ہے۔ یعنی ڈاکٹر عملی اعتبار سے بیمار کو بھیج کر اس لیبارٹری یا میڈیکل سٹور کی کارکردگی کے بارے میں اپنے اعتماد کا اظہار کرتا ہے۔ اعتماد ڈاکٹر کی ذاتی رائے ہے۔ جس کا معاوضہ متعلقہ شخص سے وصول کرنا بے سود ہے۔ اسی طرح رہبری و رہنمائی کوئی ایسی محنت نہیں۔ جس کا معاوضہ لیا جاسکے۔ بلکہ عرف کے حوالہ سے بھی رہبری کا معاوضہ لینا خلاف مروت ہے۔ مثلاً سڑک پر جاتے ہوئے آپ سے کوئی شخص راستہ پوچھے تو آپ اسے راستہ بتا کر پھر معاوضہ کا مطالبہ کریں۔ اسکی اجازت کوئی ذی عقل آدمی نہیں دیتا۔ یوں کمیشن لینا رشوت کی ایک مہذب شکل ہے جو فن طب کے مقدس شعبہ سے وابستہ حضرات میں مروج ہے۔ جو صرف خلاف شریعت ہی نہیں بلکہ خلاف مروت بھی ہے۔

لیبارٹریز والے عموماً ڈاکٹر کے لئے کمیشن کی خاطر مریض پر اضافی بوجھ ڈالکر وصول کرتے ہیں۔ کیونکہ اپنی آمدنی میں بغیر کسی محنت یا مالی تعاون کے شریک قرار دینا کاروباری مزاج کے خلاف ہے تاہم اگر لیبارٹریز والا اس میں بھی احتیاط کرے کہ اضافی بوجھ نہ ڈالے مقررہ فیس وصول کر کے اپنی کمائی ڈاکٹر کو شریک کرلے۔ اس میں بھی مریض پر غیر مری طور پر مہنگائی کا بوجھ پڑسکتا ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں ڈاکٹر اگر صرف ایک لیبارٹری والے پر اعتماد کرے اور تمام بیماروں کو صرف اس ایک لیبارٹری کی طرف بھیجے تو بیمار مجبور ہو کر اس کے انتظار میں رہیگا جس سے لیبارٹری والا من مانی فیس وصول کریگا۔ اور ممکن ہے اس لیبارٹری والے کی اجارہ داری قائم ہو جائے۔ حالانکہ مارکیٹ میں کسی کی اجارہ داری اسلامی مزاج کے خلاف ہے۔ لیکن اگر بیمار کو کھلا چھوڑ دیا جائے۔ جس لیبارٹری سے وہ ٹیسٹ کروا کر لائے یوں اس کو فیس میں کمی کے مواقع پیش آئینگے۔ مریض کو کم رقم پر یہ خدمات میسر ہونگی۔ کمیشن کے صحیح نتائج میں یہ بھی شامل ہے کہ ڈاکٹر

کے لیے متعلقہ لیبارٹری کی رپورٹ پر مجبوراً اعتماد کرنا مجبوری ہوگی۔ وہ کمیشن لیکر رپورٹ کو
معیاری قرار دینے کی جرات مشکل سے کرے گا۔ شاید فطرت انسانی سے مجبور ہو کر وہ
کمزوری پر چشم پوشی بھی کرلے اس لیے میرے خیال میں ڈاکٹر کے لیے کمیشن لینا جائز نہیں۔

ڈاکٹر کی فیس کی شرعی حیثیت

سوال۔ کیا ڈاکٹر بیمار کی تشخیص پر معاوضہ کے طور پر فیس لے سکتا ہے یا نہیں فیس لیتے وقت خدمت کا جذبہ رکھتے ہوئے کیا ڈاکٹر کا ثواب ہوتا ہے یا نہیں؟ ایک انسانی خدمت کے جذبہ کے طور پر ڈاکٹر پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟ کیا حکومت فیس مقرر کر سکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب وبا اللہ التوفیق)

حضرت رسول ﷺ نے فرمایا بے شک اعمال کا دارومدار نیت پر ہے ڈاکٹر کا ... دیکھتے ہوئے فیصلہ کرنے میں کوئی دشواری نہیں۔ اگر ڈاکٹر مال و دولت کا پجاری بن کر پیسہ ... اپنا مقصد حیات ٹھہرا دے۔ انسانی اقدار کو پامال کر کے وہ دولت بٹورنے میں کسی اخلاقی ضابطہ کا پابند نہ ہو۔ ایسے شخص کیلئے فن طب سے وابستگی خود اس فن کی تحقیر اور توہین کے مترادف ہے۔ اس صورت میں اس شخص کا نہ ثواب ہوتا ہے اور نہ وہ اس کا ارادہ کر کے اس فن کو اختیار کرتا ہے۔ بعض عالی ظرف لوگ اس پیشہ سے وابستگی انسانی خدمت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ وہ انسان کا علاج ... کے اطمینان کا سانس لیتا ہے۔ انسان کی خدمت کا جذبہ وہ اپنی زندگی کا قابل قدر سرمایہ سمجھتا ہے۔ ایسی خدمت یقیناً عبادت کا ایک درجہ رکھتی ہے۔ جو شخص ایسے بے لوث جذبہ سے اس پیشہ کو اپنائے۔ حقوق اللہ کی رعایت کرے۔ یقیناً اس شخص کی یہ محنت عبادت کے مترادف ہے۔ ... نیت اور ارادہ میں خلوص ہو تو جائز فیس لینے سے اسکا ثواب متاثر نہیں ہوتا کیونکہ فیس بنیادی غرض کا حصہ نہیں۔ بلکہ ضرورت کے درجہ میں شمار ہو کر اس فن سے وابستگی میں تسلسل پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اگر ثواب کا دارومدار اس پر رکھا جائے کہ ڈاکٹر فیس وصول نہ کرے اور رفاہی طور پر خدمت سرانجام دے تو ایسے عمل میں تسلسل اور دوام مشکل ہے ممکن ہے چند دنوں تک بے فیس

رہے۔ یا جزوی طور پر یہ خدمات سرانجام دے لیکن بحیثیت ایک ڈاکٹر بغیر فیس کے اس فن پر توجہ دینا مشکل ہے۔ ہاں یہ الگ مسئلہ ہے کہ ڈاکٹر اپنی فیس آسودہ حال طبقہ کی بجائے غرباء کی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے وصول کیا کرے۔ جہاں کہیں کسی بے بس شخص سے واسطہ پڑے تو اس نے ہمدردی کا مظاہرہ کر کے فیس معاف کرے اور یا قلیل مقدار میں لینے پر اکتفا کرے۔ تاہم یہ بیمار اور ڈاکٹر کے باہمی معاہدہ پر مبنی ہے کہ وہ فیس کی تقرری میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ پھر بھی زائد فیس مروت کے خلاف ہے۔ ڈاکٹر معائنہ کے لیے جب با قاعدہ وقت دیتا ہے۔ اپنے تجربہ اور فہم سے فائدہ اٹھا کر دوائی تجویز کرتا ہے۔ یہ سب کام اجرت کے قابل ہیں۔ لہٰذا ڈاکٹر کے لئے جائز فیس لینے میں کوئی حرج نہیں۔

فقہی تصریحات کی روشنی میں تجارتی معاملات مارکیٹ کی صوابدید اور حالات پر چھوڑنا زیادہ مناسب ہے۔ تاکہ معاشرہ کے دبے ہوئے بے بس طبقہ کو معاملات روا رکھنے میں آسانی رہے۔ لیکن جہاں کہیں مجبور طبقہ کی حالت زار سے غلط فائدہ اٹھا کر لوگ پیسہ اکھٹا کرنے میں منہمک ہوں اور لوگوں کو تکلیف کا سامنا ہو تو پھر حاکم وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ مارکیٹ کو دیکھتے ہوئے مہنگائی کا سدباب کرے۔ گاہک اور مالک یا ڈاکٹر اور مریض کے درمیان ہمدردانہ کردار اپنا کر انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے فیس مقرر کرے۔ ڈاکٹر حضرات کو اس میدان میں اپنے مفادات کے تحفظ کی بجائے مخلوق خدا کی خیر خواہی اور ہمدردی کا جذبہ اپنانا چاہیئے۔

غیر محرم خواتین کا علاج

سوال: کیا غیر محرم خواتین کا علاج ایک مرد ڈاکٹر کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ایک ڈاکٹر کسی غیر محرم خاتون کے بدن کا کھلا حصہ دیکھ کر جذبات پر قابو نہ رکھ سکے۔ اور غلط وسوسے پیدا ہوں۔ کیا ایسے ڈاکٹر سے علاج کی اجازت ہے یا نہیں؟

(الجواب وبا اللہ التوفیق)

اس میں کوئی شک نہیں ہم جنس سے علاج کرنا زیادہ بہتر ہے۔ یعنی عورت کا علاج

Scanned with CamScanner

کے لیے متعلقہ لیبارٹری کی رپورٹ پر مجبوراً اعتماد کرنا مجبوری ہوگی۔ وہ کمیشن لیکر رپورٹ
معیاری قرار دینے کی جرات مشکل سے کرے گا۔ شاید فطرت انسانی سے مجبور ہو کر
کمزوری پر چشم پوشی بھی کرلے اس لیے میرے خیال میں ڈاکٹر کے لیے کمیشن لینا جائز نہیں۔

ڈاکٹر کی فیس کی شرعی حیثیت

سوال۔ کیا ڈاکٹر بیمار کی تشخیص پر معاوضہ کے طور پر فیس لے سکتا ہے یا نہیں فیس لیتے وقت
کا جذبہ رکھتے ہوئے کیا ڈاکٹر کا ثواب ہوتا ہے یا نہیں؟ ایک انسانی خدمت کے جذبے کے
ڈاکٹر پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟ کیا حکومت فیس مقرر کرسکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب وبا اللہ التوفیق)

حضرت رسول ﷺ نے فرمایا بے شک اعمال کا دارومدار نیت پر ہے ڈاکٹر کی
دیکھتے ہوئے فیصلہ کرنے میں کوئی دشواری نہیں۔ اگر ڈاکٹر مال و دولت کا پجاری بن کر پیسہ
اپنا مقصد حیات ٹھہرادے۔ انسانی اقدار کو پامال کر کے وہ دولت بٹورنے میں کسی اخلاقی
پابند نہ ہو۔ ایسے شخص کیلئے فن طب سے وابستگی خود اس فن کی تحقیر اور توہین کے مترادف ہے
صورت میں اس شخص کا نہ ثواب ہوتا ہے اور نہ وہ اس کا ارادہ کر کے اس فن کو اختیار کرتا ہے
بعض عالی ظرف لوگ اس پیشہ سے وابستگی انسانی خدمت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ وہ انسان کا
کے اطمینان کا سانس لیتا ہے۔ انسان کی خدمت کا جذبہ وہ اپنی زندگی کا قابل قدر سرمایہ سمجھتا
ایسی خدمت یقیناً عبادت کا ایک درجہ رکھتی ہے۔ جو شخص ایسے بے لوث جذبہ سے اس
اپنائے۔ حقوق اللہ کی رعایت کرے۔ یقیناً اس شخص کی یہ محنت عبادت کے مترادف ہے
نیت اور ارادہ میں خلوص ہو تو جائز فیس لینے سے اسکا ثواب متاثر نہیں ہوتا کیونکہ فیس بنیادی
کا حصہ نہیں۔ بلکہ ضرورت کے درجہ میں شمار ہو کر اس فن سے وابستگی میں تسلسل پیدا کرنے کا
ذریعہ ہے اگر ثواب کا دارومدار اس پر رکھا جائے کہ ڈاکٹر فیس وصول نہ کرے اور رضا
خدمت سرانجام دے تو ایسے عمل میں تسلسل اور دوام مشکل ہے ممکن ہے چند دنوں تک

رہے۔ یا جزوی طور پر یہ خدمات سرانجام دے لیکن بحیثیت ایک ڈاکٹر بغیر فیس کے اس فن پر توجہ دینا مشکل ہے۔ ہاں یہ الگ مسئلہ ہے کہ ڈاکٹر اپنی فیس آسودہ حال طبقہ کی بجائے غرباء کی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے وصول کیا کرے۔ جہاں کہیں کسی بے بس شخص سے واسطہ پڑے تو اس نے ہمدردی کا مظاہرہ کر کے فیس معاف کرے اور یا قلیل مقدار میں لینے پر اکتفا کرے۔ تاہم یہ بیمار اور ڈاکٹر کے باہمی معاہدہ پر مبنی ہے کہ وہ فیس کی تقرری میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ پھر بھی زائد فیس مروت کے خلاف ہے۔ ڈاکٹر معائنہ کے لیے جب باقاعدہ وقت دیتا ہے۔ اپنے تجربہ اور فہم سے فائدہ اٹھا کر دوائی تجویز کرتا ہے۔ یہ سب کام اجرت کے قابل ہیں۔ لہٰذا ڈاکٹر کے لئے جائز فیس لینے میں کوئی حرج نہیں۔

فقہی تصریحات کی روشنی میں تجارتی معاملات مارکیٹ کی صوابدید اور حالات پر چھوڑنا زیادہ مناسب ہے۔ تاکہ معاشرہ کے دبے ہوئے بے بس طبقہ کو معاملات روا رکھنے میں آسانی رہے۔ لیکن جہاں کہیں مجبور طبقہ کی حالت زار سے غلط فائدہ اٹھا کر لوگ پیسہ اکٹھا کرنے میں منہمک ہوں اور لوگوں کو تکلیف کا سامنا ہو تو پھر حاکم وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ مارکیٹ کو دیکھتے ہوئے مہنگائی کا سدباب کرے۔ گاہک اور مالک یا ڈاکٹر اور مریض کے درمیان ہمدردانہ کردار اپنا کر انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے فیس مقرر کرے۔ ڈاکٹر حضرات کو اس میدان میں اپنے مفادات کے تحفظ کی بجائے مخلوق خدا کی خیر خواہی اور ہمدردی کا جذبہ اپنانا چاہیئے۔

غیر محرم خواتین کا علاج

سوال: کیا غیر محرم خواتین کا علاج ایک مرد ڈاکٹر کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ایک ڈاکٹر کسی غیر محرم خاتون کے بدن کا کھلا حصہ دیکھ کر جذبات پر قابو نہ رکھ سکے۔ اور غلط وسوسے پیدا ہوں۔ کیا ایسے ڈاکٹر سے علاج کی اجازت ہے یا نہیں؟

(الجواب وبا اللہ التوفیق)

اس میں کوئی شک نہیں ہم جنس سے علاج کرنا زیادہ بہتر ہے۔ یعنی عورت کا علاج

خواتین ڈاکٹرز اور مرد کا علاج مرد ڈاکٹر سے کرایا جائے۔ لیکن بوقت مجبوری غیر جنس ...
کرنا بھی جائز ہے۔ "ضرورت" انسانی معاشرہ کا وہ فعال کردار ہے جس سے مسائل متاثر ہو...
ہیں۔ کئی ایسی چیزیں عام حالتوں میں جائز نہیں ہوتی ہیں لیکن ضرورت کی وجہ سے وہ جائز ...
ہیں چنانچہ فقہ اسلامی کا مشہور قاعدہ ہے۔ ﴿الضروریات تبیح المحظورات﴾

یعنی ضرورت کی وجہ سے ناجائز کام کی رخصت مل جاتی ہے۔ اس لیے بوقت ضرورت غیر محرم سے علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ تاہم فقہاء یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ ضرورت کا دائرہ صرف ضرورت تک محدود ہو۔ لہٰذا خاتون کے لیے غیر محرم ڈاکٹر کے سامنے صرف متاثرہ حصہ کا کھلا رکھنا جائز ہے۔ بدن کے باقی حصے کی حفاظت ضروری امر ہے۔

ڈاکٹر کے لیے بھی یہ مناسب نہیں کہ وہ غیر محرم عورتوں کی رخصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نظر یا مس کرنے کو تلذذ کا ذریعہ بنادے۔ غلط وسوسوں کو دور کرنے کی کوشش کرے ... کے بعد استغفار کرے اور ساتھ علاج سے پہلے ﴿اللھم انی اعوذبک من فتنۃ النساء﴾ دعا کو اپنا معمول بنائے۔ تاہم جہاں کہیں فطرت انسانی سے مجبور ہو تو پھر بھی خواتین کے لیے ... ڈاکٹر سے علاج کرانا مناسب ہے جو ایسے غلط وسوسوں کا شکار نہ ہو۔ لیکن ایک ڈاکٹر جو ... و فجور میں مبتلا ہو اور اسکا ناجائز کردار معاشرہ میں عیاں ہو تو پھر ایسے ڈاکٹر پر اعتماد کرنا خود کشی ... ہو اور کچھ نہیں۔

نطفہ حرام کے حمل کا اسقاط

سوال۔ اگر ایک خاتون کا حمل حرام کے نطفہ سے ہو اور اس کو خاندانی عزت کا مسئلہ درپیش ہو ... ایسی صورت میں اسقاط حمل کی اجازت ہے یا نہیں۔ ایک ڈاکٹر اس میں کہاں تک تعاون کر سکتا ہے؟

(الجواب وبا اللہ التوفیق)

جواب۔ اسقاط حمل یا مانع حمل دوائیوں کا استعمال شریعت کی رو سے بوقت ضرورت جائز ہے

تاہم خاندانی منصوبہ بندی کے حوالہ سے اس کو معاشی ترقی کا زینہ سمجھا جارہا ہے۔ جبکہ شریعت اس کو صحت کے حوالہ سے دیکھتی ہے کہ بوقت ضرورت زچہ بچہ کی صحت کے حوالہ سے ایسی تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں۔ لیکن ان تدابیر کا دورانیہ اس وقت تک محدود ہے جب بچہ کی خلقت مکمل نہ ہو یعنی حمل کے چار مہینوں تک یہ عمل درست ہے۔ اگر حمل کی مدت چار ماہ سے زیادہ ہے تو اسقاط حمل کی اجازت نہیں۔

حرام نطفہ کے اسقاط کے لئے آلہ کار بننے میں اگر اس کو دیکھا جائے کہ ایک خاندان کی عزت کا مسئلہ درپیش ہے اور ایک عورت کے گناہ پر پردہ ڈالنا ہے۔ تو بظاہر یہ بھی عذر کے درجہ میں ہو کر چار مہینوں تک اسقاط کروانے کی گنجائش رکھتا ہے۔ لیکن چار مہینے مکمل ہونے پر حرام کاری پر پردہ ڈالنے کی بجائے ایک خود انسان کا تحفظ زیادہ اہم ہے۔ حرام زادگی کی وجہ سے انسان کا قتل جائز نہیں۔ اگر معاشرہ ایسے لوگوں کو قبول کرنے سے انکار کرے تو پھر ان کا تحفظ حکومت کی ذمہ داری ہے۔

لیکن یہ میدان بڑے احتیاط کا متقاضی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی ڈاکٹر کے علاج یا حکومت کی تربیت سے اس جرم کو حوصلہ ملے اور لوگ زنا کاری کو جرم ماننے سے انکار کریں۔ ایسی صورت میں سدباب حکومت اور معاشرہ کا بنیادی فریضہ ہے۔ یہ بھی واضح ہو کہ حرام نطفہ کے حمل کا علاج ڈاکٹر کا فریضہ منصبی نہیں بلکہ جواز کے درجہ میں ڈاکٹر کر سکتا ہے۔ لیکن اگر ایک ڈاکٹر کو یہ معلوم ہو کہ ایسے لوگوں کے علاج کرانے سے معاشرہ میں اس کے منصب اور فن طب کی بدنامی ہوتی ہے۔ کیونکہ لوگوں میں یہ مشہور ہوتا کہ فلاں ڈاکٹر صاحب حرام کاری کے حمل کا علاج کامیابی سے کرتا ہے۔ خود اس کے اور اس کے شعبہ کی بدنامی کا ذریعہ ہے۔ ایسی صورت میں ایسے بیماروں کے علاج سے جان بچانا زیادہ بہتر ہے۔

الکحل کی دوائیوں کا استعمال

سوال۔ بعض دوائیوں سے ﴿الکحل﴾ ملا ہوا ہوتا ہے کیا ایک ڈاکٹر بیمار کو ایسی دوائی تجویز کر سکتا

خواتین ڈاکٹرز اور مرد کا علاج مرد ڈاکٹر سے کرایا جائے۔لیکن بوقت مجبوری غیر جنس سے علاج کرنا بھی جائز ہے۔"ضرورت" انسانی معاشرہ کا وہ فعال کردار ہے جس سے مسائل متاثر ہو… ہیں۔کئی ایسی چیزیں عام حالتوں میں جائز نہیں ہوتی ہیں لیکن ضرورت کی وجہ سے وہ جائز… ہیں چنانچہ فقہ اسلامی کا مشہور قاعدہ ہے۔﴿الضروریات تبیح المحظورات﴾

یعنی ضرورت کی وجہ سے ناجائز کام کی رخصت مل جاتی ہے۔اس لیے بوقت ضرورت… غیر محرم سے علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں۔تاہم فقہاء یہ بھی لکھتے ہیں۔کہ ضرورت کا دائرہ… صرف ضرورت تک محدود ہو۔لہٰذا خاتون کے لیے غیر محرم ڈاکٹر کے سامنے صرف متاثرہ حصہ… کا کھلا رکھنا جائز ہے۔بدن کے باقی حصے کی حفاظت ضروری امر ہے۔

ڈاکٹر کے لیے بھی یہ مناسب نہیں کہ وہ غیر محرم عورتوں کی رخصت سے فائدہ اٹھا… ہوئے نظر یا مس کرنے کو تلذذ کا ذریعہ بنادے۔غلط وسوسوں کو دور کرنے کی کوشش کرے۔… کے بعد استغفار کرے اور ساتھ علاج سے پہلے ﴿اللھم انی اعوذبک من فتنة النساء… دعا کو اپنا معمول بنائے۔تاہم جہاں کہیں فطرت انسانی سے مجبور ہو تو پھر بھی خواتین کے لیے… ڈاکٹر سے علاج کرانا مناسب ہے جو ایسے غلط وسوسوں کا شکار نہ ہو۔لیکن ایک ڈاکٹر جو اعلانیہ… وفجور میں مبتلا ہو اور اس کا ناجائز کردار معاشرہ میں عیاں ہو تو پھر ایسے ڈاکٹر پر اعتماد کرنا خودکشی… سوا اور کچھ نہیں۔

نطفہ حرام کے حمل کا اسقاط

سوال۔اگر ایک خاتون کا حمل حرام کے نطفہ سے ہو اور اس کو خاندانی عزت کا مسئلہ درپیش ہو… ایسی صورت میں اسقاط حمل کی اجازت ہے یا نہیں۔ایک ڈاکٹر اس میں کہاں تک تعاون کر… ہے؟

(الجواب وباللہ التوفیق)

جواب۔اسقاط حمل یا مانع حمل دوائیوں کا استعمال شریعت کی رو سے بہ وقت ضرورت جائز…

تاہم خاندانی منصوبہ بندی کے حوالہ سے اس کو معاشی ترقی کا زینہ سمجھا جارہا ہے۔جبکہ شریعت اس کو صحت کے حوالہ سے دیکھتی ہے کہ بوقت ضرورت زچہ بچہ کی صحت کے حوالہ سے ایسی تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں۔لیکن ان تدابیر کا دورانیہ اس وقت تک محدود ہے جب بچے کی خلقت مکمل نہ ہو یعنی حمل کے چار مہینوں تک یہ عمل درست ہے۔اگر حمل کی مدت چار ماہ سے زیادہ ہے تو اسقاط حمل کی اجازت نہیں ۔

حرام نطفہ کے اسقاط کے لئے آلہ کار بننے میں اگر اس کو دیکھا جائے کہ ایک خاندان کی عزت کا مسئلہ درپیش ہے اور ایک عورت کے گناہ پر پردہ ڈالنا ہے۔تو بظاہر یہ بھی عذر کے درجہ میں ہو کر چار مہینوں تک اسقاط کروانے کی گنجائش رکھتا ہے۔لیکن چار مہینے مکمل ہونے پر حرام کاری پر پردہ ڈالنے کی بجائے ایک خود انسان کا تحفظ زیادہ اہم ہے۔حرام زادگی کی وجہ سے انسان کا قتل جائز نہیں۔اگر معاشرہ ایسے لوگوں کو قبول کرنے سے انکار کرے تو پھر ان کا تحفظ حکومت کی ذمہ داری ہے۔

لیکن یہ میدان بڑے احتیاط کا متقاضی ہے۔ایسا نہ ہو کہ کسی ڈاکٹر کے علاج یا حکومت کی تربیت سے اس جرم کو حوصلہ ملے اور لوگ زنا کاری کو جرم ماننے سے انکار کریں۔ایسی صورت میں سدباب حکومت اور معاشرہ کا بنیادی فریضہ ہے۔یہ بھی واضح ہو کہ حرام نطفہ کے حمل کا علاج ڈاکٹر کا فریضہ منصبی نہیں بلکہ جواز کے درجہ میں ڈاکٹر کرسکتا ہے۔لیکن اگر ایک ڈاکٹر کو یہ معلوم ہو کہ ایسے لوگوں کے علاج کرانے سے معاشرہ میں اس کے منصب اور فن طب کی بدنامی ہوتی ہے۔ کیونکہ لوگوں میں یہ مشہور ہونا کہ فلاں ڈاکٹر صاحب حرام کاری کے حمل کا علاج کامیابی سے کرتا ہے۔خود اس کے اور اس کے شعبہ کی بدنامی کا ذریعہ ہے۔ایسی صورت میں ایسے بیماروں کے علاج سے جان بچانا زیادہ بہتر ہے۔

الکحل کی دوائیوں کا استعمال

سوال۔بعض دوائیوں سے ﴿الکحل﴾ ملا ہوا ہوتا ہے کیا ایک ڈاکٹر بیمار کو ایسی دوائی تجویز کرسکتا

Scanned with CamScanner

ہے یا نہیں؟

(الجو اب وبا اللہ التوفیق)

بیماری کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے اگر متبادل ﴿الکحل سے خالی دوائی﴾ کا میسر ہونا مریض کے اختیار میں نہ ہو اور اس دوائی کے استعمال کے بغیر بیماری بڑھنے کا اندیشہ ہو تو مجبوری کی حالت میں ڈاکٹر ایسی دوائی تجویز کرسکتا ہے۔ ہاں جب متبادل دوائی ممکن ہو۔ محض جلدی اثر کرنے کے لئے الکحل کی دوائی کا استعمال ہو تو پھر ڈاکٹر ایسی دوائی کی تجویز کرنے سے پرہیز کرے۔ بیمار کا اعتماد ڈاکٹر پر ہے۔ لہذا اگر ایک ڈاکٹر بے احتیاطی کی وجہ سے متبادل دوائی میسر ہونے کے باوجود الکحل کی دوائی تجویز کرے تو اس کا گناہ ڈاکٹر پر ہوگا۔ کیونکہ وہی تو اس کا تجویز کنندہ ہے۔ بیمار بے چارہ اس میں معذور سمجھا جائے گا۔ مسلمان ماہر دوائی کی ذمہ داری ہے۔ کہ وہ اپنی صلاحیتیں میں صرف کرے کہ الکحل سے خالص دوائی مسلمانوں کو کیسے فراہم کی جائے گی۔ یعنی الکحل دوائی کی متبادل دوائی پیش کرنا اسلامی معاشرہ کے ماہرین کے ذمہ قرض ہے۔

زکوۃ کی رقم سے علاج کروانا

سوال۔ کیا ایک ڈاکٹر زکوۃ کی رقم سے کسی مستحق بیمار کا علاج کراسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ایسی صورت گنجائش ہو تو پھر ڈاکٹر اپنی فیس اس کو چھوڑ دے تو زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

(الجو اب وبا اللہ التوفیق)

بیمار زکوۃ کا مصرف ہو تو اس کو زکوۃ کی رقم سے دوائی دینا ایک بڑی نیکی ہے۔ تاہم فیس کی رقم چھوڑ دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔ کیونکہ زکوۃ کی رقم میں تملیک ضروری ہے۔ جبکہ فیس چھوڑنے میں تملیک کی بجائے صرف اپنا حق ساقط کرنا ہے۔ کسی مال کی تملیک نہیں پائی گئی۔ اگر ایسی حالت میں تملیک کی صورت اپنائی جائے تو زیادہ باعث اطمینان ہے کہ بیمار کو دوائی کی رقم ایک جگہ دیکر دوسری جگہ اس سے علاج کے معاوضہ اور دوائی کی قیمت میں وصول کی جائے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لئے تملیک زکوۃ کا اضافی کام کرنا ضروری ہوگا۔

روزہ میں سانس کے ذریعہ دوائی کا استعمال

سوال۔ سانس کے مریض کے لئے روزہ کی حالت میں ﴿ان ھاکر﴾ کا استعمال کیسا ہے؟ کیونکہ یہ ایک دوائی ہے۔ جو سانس کی تکلیف میں سونگھی جاتی ہے؟ کیا ایک ڈاکٹر روزہ کی حالت میں یہ دوائی تجویز کرسکتا ہے یا نہیں؟

(الجو اب وبا اللہ التوفیق)

ڈاکٹر حضرات کو یہ یقین کرنا ہوگا کہ روزہ رکھنے اور توڑنے میں آپ حضرات کی رائے کا بنیادی کردار ہے۔ اس میں جہاں کہیں روزہ رکھنے سے بیماری بڑھنے یا بدن کے کسی حصہ ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو ڈاکٹر ایسے بیمار کو روزہ توڑنے کا مشورہ دے سکتا ہے۔ سانس کے بیماری کی حالت اگر اس درجہ میں ہو کہ وہ دن میں اس دوائی سے پرہیز کرنے میں کوئی خاص دشواری محسوس نہیں کرتا ہو۔ ہاں دوائی کے استعمال سے آسانی ہو تو محض سہولت پسندی کی خاطر دوائی کا استعمال جائز نہیں۔ لیکن اگر ایک بیمار کی حالت اس درجہ کو پہنچے کہ اس کے بغیر اس کا گزارہ نہیں ہوتا ہو۔ یہی اس کی زندگی کا حصہ ہو اگرچہ یہ عمل کشید حلق تک دوائی جانے کا ذریعہ ہے۔ جو روزہ کو توڑنے والا ہے۔ لیکن مجبوری کا میدان اس سے الگ ہے۔ فقہاء کے ہاں اس کے نظائر معذورین ہیں۔ جن کا وضوء نماز کے وقت کے دوران ان اعذار سے متاثر نہیں ہوتا یعنی اگر ایک شخص کو پیشاب کی بیماری ہے۔ یعنی تسلسل کے ساتھ قطرات کی شکل میں پیشاب نکلتا رہتا ہے۔ یا کسی زخم سے خون مسلسل رستا ہے۔ خون نکلنے یا ہوا کی بیماری ہو۔ ریح بار بار نکلتی ہے۔ کسی نمازی کے تمام وقت پر حاوی ہو کر عذر کا تحقق یقینی ہو تو پھر معذور کے لئے اس وقت میں کافی رعایت پائی جاتی ہے کہ وقت کے دوران اس عذر کی موجودگی کے باوجود وضوء درست رہے گا۔ ہاں اس کے علاوہ کسی دوسرے ناقص وضو سے وضوء ضرور متاثر ہوگا۔ اس سے استفادہ کرتے ہوئے اگر یہ کہا جائے تو شاید درست ہو کہ جب ان ھاکر کا استعمال جب اس بیمار کی بنیادی ضرورت ٹھہرے تو روزہ کی حالت میں بوجہ عذر یہ شخص اس کا استعمال کرسکتا ہے۔ لیکن یہ شخص اپنے آپ کو روزہ دار تسلیم کرکے

دوسری چیزوں سے پرہیز جاری رکھے گا-یعنی دوسری مفطرات سے روزہ ضرور متاثر ہوگا۔
احتیاط کے لئے روزہ کا فدیہ بھی ادا کرتا رہے-تاکہ اس کو اطمینان حاصل ہو-

منشیات کے بارے میں AMF صوبہ سرحد کے ڈپٹی ڈائریکٹر جناب فضل حبیب صاحب کی طرف سے بھیجے گئے استفتاء کے جواب کی تفصیل یہ ہے-

الاستفتاء

ریجنل ڈائریکٹوریٹ اینٹی نارکوٹکس صوبہ سرحد کی طرف سے منشیات کے متعلق علماء کرام اور مفتیان عظام سے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں-

نمبر (1) نشہ آور اشیاء ہیروئن، افیون، مارفین، چرس اور بھنگ وغیرہ کا استعمال شرعاً جائز یا ناجائز؟

نمبر (2) نشہ آور اشیاء ہیروئن، افیون، مارفین، چرس اور بھنگ وغیرہ کا کاروبار ذخیرہ اندوزی ترسیل کے متعلق شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

نمبر (3) افیون اور بھنگ وغیرہ غیر قانونی فصلوں کی کاشت جائز ہے یا نہیں؟

نمبر (4) افیون اور بھنگ وغیرہ غیر قانونی اور نقصان دہ فصلوں کو تلف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

نمبر (5) شریعت میں نشہ آور اشیاء ہیروئن، افیون، مارفین، چرس اور بھنگ وغیرہ کا کاروبار ذخیرہ اندوزی کرنے والوں کے خلاف کوئی شرعی سزا مقرر ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ان کو سزائیں دی جاسکتی ہیں؟

نمبر (6) افیون اور بھنگ وغیرہ غیر قانونی اور نقصان دہ فصلیں اگانے والوں کے خلاف شرعاً سزا مقرر کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب وباالله التوفیق

اقوام عالم اگر آج منشیات کے بڑھتے ہوئے رجحان اور ان کے مضر اثرات پر غور کرکے ان کو روکنے کے لئے طرح طرح کی کوششیں کررہی ہیں-تو اسلام نے 14 سو سال پہلے ان کی خرابیاں محسوس کرکے ان کے استعمال پر پابندی لگائی ہے-عرب اس وقت شراب نوشی کے

عادی تھے-جس کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اس کی وجہ سے نشہ میں مست ہو کر انسان کی عقل و ہوش پر پردہ پڑ جاتا ہے-جو تمام کمالات اور شرف انسانی کا اصل اصول ہے-جس کے بعد تمام برے کاموں کے لئے راستے ہموار ہو جاتے ہیں-اسلام نے بتدریج اس سے روکنا شروع کیا اور آخر کار سورۃ مائدہ کی آیتوں (۹۱-۹۰) میں اس کی خرابیاں بیان کر کے ہمیشہ کے لئے حرام قرار دے دی گئی-

حرمت کے بعد اس کی ہلاکت خیزیوں سے بچانے کے لئے اس حکم پر عمل کرانا بھی حکمت کے موافق تھا-اس لئے حضور اقدس ﷺ نے اس کی سخت وعیدیں بیان فرمائیں-اس کو ام الخبائث اور ام الفواحش بتلایا-اور فرمایا کہ شراب اور ایمان ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے-(سنن النسائی: ۳۲۹/۲) اور معاشرہ کو اس کے مضر اثرات سے بچانے کے لئے شراب کی تیاری میں شامل تمام افراد پر لعنت فرمائی-چنانچہ حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے شراب کے بارے میں دس آدمیوں: (۱) اس کو نچوڑنے والے (۲) اس کو بنانے والے (۳) پینے والے (۴) پلانے والے (۵) اس کو لاد کر لانے والے (۶) جس کے لئے لائی جائے (۷) اس کے بیچنے والے (۸) اس کے خریدنے والے (۹) اس کو ھبہ کرنے والے اور (۱۰) اس کی آمدنی کھانے والے پر لعنت فرمائی ہے-(جامع الامام للترمذی: ۲۴۲/۱، کتاب البیوع) پھر صرف زبانی تعلیم و تربیت پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ عملی اور قانونی طور پر اس کا اعلان فرمایا کہ جس کے پاس کسی قسم کی شراب ہو اس کو فلاں جگہ میں جمع کر دے-

پھر اسلام چونکہ ابدی شریعت اور مکمل ضابطہ حیات ہے اس لئے شراب کے نقصانات کی بدولت حرمت کا یہ حکم صرف شراب کے ساتھ خاص نہیں رکھا گیا بلکہ جہاں بھی اس کی یہ علت (نشہ) پائی گئی وہاں حکم نے اپنا اثر دکھایا-چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے-

کل شراب اسکر فهو حرام (صحیح البخاری: ۸۳۷/۲)

ایک دوسری حدیث میں ہے: کل مسکر خمر و کل مسکر حرام-الحدیث (سنن

الترمذی: ۸/۲)

امت کے فقہائے عظام بھی اسی فلسفے کو بھانپ گئے اور نشہ آور اشیاء مثلاً بھنگ اور افیون کے

استعمال کو ناجائز قرار دیا۔ چنانچہ علامہ حصکفی لکھتے ہیں۔

(ویحرم اکل البنبج والحشیشة) ھی ورق القنب (والافیون) لانه مفسد للعقل

و یصد عن ذکر الله وعن الصلاة (لکن دون حرمة الخمر ، فان اکل شیأ

ذالک لاحد علیه وان سکر منه (بل یعزر بما دون الحد) کذافی الجوهرة

ترجمہ۔ بھنگ، حشیشہ (جوایک نشہ آور گھاس کا نام ہے) اور افیون کھانا حرام ہے۔ اس لئے

عقل کو فاسد کرتے ہیں اور ذکر اللہ اور نماز سے روکتے ہیں۔ ہاں ان کی حرمت شراب سے کم

کی ہے۔ لہٰذا ان میں سے اگر کوئی چیز کھالے تو نشہ آنے کے باوجود حد (کوئی مقرر سزا) نہیں

جائے گی۔ بلکہ حد سے کم تعزیری (صوابدیدی) سزا دی جائے گی۔ (الدر المختار: ۱۰/۴۰)

تفصیل کی روشنی میں سوالات کے ترتیب وار جواب مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) نشہ آور اشیاء ہیروئن، افیون، مارفین، چرس اور بھنگ وغیرہ کا استعمال شرعاً جائز نہیں۔

(2) شراب کے علاوہ باقی نشہ آور اشیاء کی خرید وفروخت کراہت کے ساتھ امام ابوحنیفہ رح

علیہ کے ہاں اگر چہ جائز ہے اور علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ نے اسی پر فتوی بھی نقل کیا

ہے۔

ففی الدر المختار : (وصح البیع غیر الخمر) وفی الشامیة تحت هذا القول

ای عنده خلافاً لهما فی البیع والضمان لکن الفتوی علی قوله فی البیع

قولهما فی الضمان ---- ثم ان البیع وان صح لکنه یکره (۳۵/۱۰)

لیکن موجودہ دور میں ان نشہ آور اشیاء افیون اور ہیروئن وغیرہ کا بے تحاشا استعمال ونتائج

اس کی پیداوار اور کاروبار اور اس کے غیر مخفی مضرات اور نقصانات کی وجہ سے صاحبین کے

بناء پر ان اشیاء کی تجارت وکاروبار کو حرام قرار دینا قرین مصلحت وقیاس ہے۔ خصوصاً

اشیاء کے استعمال اور کاروبار میں شریعت کے معروف مقاصد جان، مال، عزت، نسل اور عقل کو

شدید خطرہ لاحق ہوتا ہو بلکہ عقل زائل ہونے کے نتیجے میں معاشرتی فساد برپا ہونے کا قوی اندیشہ

ہو۔ تو تب سد الذرائع کے طور پر ان اشیاء کی تجارت کی ممانعت اور موکد ہو جاتی ہے۔

(3) افیون اور بھنگ وغیرہ کی کاشت کرنا اگر چہ تداوی اور علاج کے خاطر جائز ہوسکتا ہے لیکن دور

جدید میں اس خوش فہمی میں رہنا کہ ان چیزوں سے دوائیاں تیار ہوتی ہیں۔ اور دوسری نشہ آور

اشیاء میں ان کا استعمال نہیں ہوتا۔ حقیقت پر پردہ ڈالنے کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ فقہاء کے ہاں

مشہور قاعدہ ہے کہ امور میں ظاہری صورت کے بجائے مقاصد کو دیکھا جاتا ہے۔

فی شرح الاحکام العدلیة : الامور بمقاصدها (شرح المجله سلیم رستم باز ۔

المادة ۔ نمبر صفحہ ۱۷)

اس لئے کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ ایسی مضر اور نقصان دہ اشیاء کی ترویج اور

ترقی کے لئے دانستہ یا نادانستہ طور پر آلہ کار بنے اور معاشرہ کے امن واطمینان کو برباد کر کے اس

کوتاہی کے دہانے پر لا کھڑا کر دے۔ حکومت کو چاہیے کہ دوائیاں بنانے کے لئے اگر پوست

کی کاشت کی ضرورت ہے تو خود اپنی نگرانی میں کرے۔ جس طرح دوائیوں کے لئے الکحل مختلف

طریقوں سے مہیا کرتے ہیں۔

(4) ایسی فصلیں اور پودے جن سے نقصان دہ نشہ آور اشیاء تیار ہو کر معاشرے میں فساد کا باعث

بنتی ہوں کو تلف کرنے کی علماء نے اجازت دی ہے۔ جیسا کہ فتاوی کاملیہ میں ہے۔

سئلت عن تناول الحشیشه التی عظمت البلیة بها فی زماننا هل هو حرام ۔

فالجواب نعم قال سیدی حسن الشر بنلالی فی شرحه علی الوهبانیه من کتاب

الحظر والاباحة اتفق مشائخنا و مشائخ الشافعی علی تحریم الحشیش وهو

ورق القنب وافتوا باحراقه ---- الخ (الفتاوی الکاملیة : ۲۷۰)

ترجمہ۔ حشیش کے استعمال کے بارے میں پوچھا گیا جس کی خرابیاں بہت زیادہ اور خطرناک ہیں

، کیا حرام ہے- جواب دیا ہاں، ہمارے آقا سید حسن شرنبلالی نے کہا- ہماری اور شوافع کے مشائخ
کا اتفاق ہے کہ حشیش جونشہ آور گھاس ہے- حرام ہے- اور اس کے جلانے کا حکم دیا-

تاہم جس علاقے میں نسلاً در نسلاً پوست وغیرہ کی کاشت کے علاوہ کوئی اور ذریعہ معاش نہ ہو وہاں اچانک ان فصلوں کو تلف کرنے سے عوام میں مایوسی کا سبب بننے کے علاوہ حکومت کے لئے بھی کوئی مسئلہ کھڑا ہوسکتا ہے- اس لئے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے پہلے کسی متبادل ذریعہ معاش کا بندوبست کرے- اور پھر افہام وتفہیم کے راستے سے ان فصلوں کے نقصانات اور مضرات سمجھا کر تلف کرنے کی کوشش کرے-

(6&5) شراب کے علاوہ باقی نشہ آور اشیاء کے استعمال کی طرح اس کا کاروبار کرنے والوں کے لئے بھی کوئی شرعی ﴿حد﴾ یعنی سزا مقرر نہیں- البتہ حاکم وقت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اشیاء ہیروئن، افیون، مارفین، چرس اور بھنگ وغیرہ کا کاروبار کرنے والوں اور ایسی فصلیں جن سے مذکورہ اشیاء کشید کی جا سکے، اگانے والوں کے خلاف اپنی صوابدید کے مطابق سزا مقرر کرے- اور یہ تعزیزی سزا جرم کی نوعیت کے مطابق ہلکی اور سخت ہوسکتی ہے-

وقد بينا في كتاب الحدود ان كل من ارتكب محرماً ليس فيه حد مقدر يعزر ثم الراى فى مقدار ذالك الى الامام ويبنى ذالك على قدر جريمته (كتاب المبسوط للرخسى : ٢٤ / ٣٦) وقال العلامه الكالسانى رحمه الله واما قدر التعزير فانه ان وجب بجناية ليس من جنسها مايوجب الحد ——— فالامام بالخيار ان شاء عزره بالضرب وان شاء بالحبس وان شاء بالقهر والاستخفاف بالكلام - (بدائع الصنائع : ٥ / ٥٣٤) والله سبحانه وتعالى اعلم

ترجمہ-

کتاب الحدود میں ہے کہ جو کوئی کسی حرام (کام) کا ارتکاب کرے اور اس میں شرعی

کی طرف سے کوئی سزا مقرر نہ ہو تو اس کو تعزیری سزا دی جائے گی- سزا کی کمیت و کیفیت Quality & Quantity جرم کی نوعیت کے مطابق بادشاہ وقت خود تجویز کرے گا-

(کتاب المبسوط ۳۶/۲۴)

ترجمہ- علامہ کاسانی فرماتی ہیں- تعزیر سزا وہاں ہوتی ہے جہاں حد مقرر نہ ہو- پھر بادشاہ وقت کو اختیار ہے خواہ تعزیری سزا مار پیٹ کے ساتھ دے- چاہے تو جیل بھیج دے- یا ڈانٹ پلائے یا اس کو سخت یا سست بات سنائے- (بدائع الصنائع ۵/۵۳۴)

پسندیدہ اور ناپسندیدہ

جو علماء امیروں کے پاس (دنیاوی مفاد کے لئے) جائیں- وہ خدا کے ناپسندیدہ ہیں- اور جو امراء علماء کے پاس (دینی مفاد کے لئے) جائیں وہ خدا کو پسند ہیں-

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

Scanned with CamScanner

مذہب اور سائنس کا ٹکراؤ

عزیز الرحمٰن

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم:

ہم اور آپ نظر اٹھا کر اپنے گرد وپیش کو دیکھیں-تو دو چیزیں ہمارے سامنے آتی ہیں ایک تخلیق اور عمل۔عالم موجودات دو چیزوں کا نام ہے،ایک تخلیق یعنی جو چیزیں بنی ہوئی گرد وپیش میں ہیں-اور دوسری بات کہ وہ کیا کررہی ہیں۔یعنی ان کا عمل۔سورج ہے اس کا ایک جسم ہے نظر آتا ہے-اور ایک اس کی حرکت ہے جو کہ اس کا عمل ہے-اب ایک اصول ہے جو کہ جب سے انسان کی معلوم تاریخ ہے اس سے لیکر اب تک وہی اصول ہے جو سارے فلسفے،سارے مذاہب بلکہ ساری دنیا میں ہر جگہ چلا آرہا ہے اور اس کو انسان سو فیصد مانتا ہے۔وہ اصول یہ ہے کہ ہر تخلیق کا خالق ہے اور ہر فعل کا فاعل ہے-یہ ایسی بات ہے کہ سو فیصد درست ہے اس بات کی کسی جگہ Contradiction اور کسی جگہ اسکو رد نہیں کیا گیا۔لہذا انسان کو یہ بات ماننی پڑے گی کہ یہ جو اتنی بڑی مخلوقات گرد وپیش میں ہیں-اور اتنے عظیم افعال اور کام جو وجود میں آرہے ہیں ان سب کا خالق ہے-

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایسا دور آئے گا کہ لوگ کہیں گے کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا۔حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث ہے-۔بعد میں حضرت ابو ہریرہؓ کے سامنے کسی آدمی نے یہ سوال کیا تو انھوں نے اسے ہاتھ سے پکڑا اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا یہ وہ پہلا آدمی ہے جس نے یہ سوال کردیا-اب آپ بیٹھ جائیں-!ایک بڑی تسبیح لیکر زمین کا محیط جو کہ ۲۴ ہزار میل ہے-۲۴ ہزار میل لمبی تسبیح لیکر بیٹھ جائیں اور اس پر گنیں کہ اسکا خالق دوسرا اور پھر تیسرا اس کا چوتھا ایک آدمی مرجائے تو دوسرا بیٹھ جائے یہاں تک کہ انسانوں کا یہ سلسلہ چلے اور ۲۴ ہزار میل تسبیح کو پورا کرلے،تو آخر تو کسی جگہ تو رکنا پڑے گا۔یا تو سارے انسان اس بات کی

تلاش میں مرجائیں یا کہ اسکی انتہا نانہیں-اس لئے اوّل آخر ظاہر باطن یہ چار خط ہیں-جن کے درمیان ہر چیز کو بیان کیا جاتا ہے-اگر اوّل سے پہلے آپ آنا چاہیں تو پھنس گئے-آپ کچھ نہیں کرسکتے اور آخر کے بعد آپ جانا چاہیں-تو آپ پھنس گئے-اور آپ کچھ نہیں کرسکتے۔اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا-هو الاوّل والآخر والظّاهر والباطن(الحدید.۳۰)

ترجمہ:-وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے اور وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے-

میرے سامنے عالم خان صاحب(زرعی یونیورسٹی کے ایک پروفیسر)بیٹھے ہوئے ہیں ان کا بدن ہے-انکی جلد ہے-انکی بنیان ہے،قمیص ہے،واسکٹ ہے جو کالی نظر آتی ہے-بس یہاں پر ظاہر ختم ہوگیا-اس سے آگے اور ہم بات نہیں کرسکتے-تو یہیں سے انکا وجود مان کر آگے بات شروع کرسکتے ہیں-اگر کوئی بہت قابل آدمی ہے-وہ کہتا ہے کہ جلد کے آگے پیچھے ہیں پٹھوں کے پیچھے ہڈیاں ہیں،ہڈیوں کے پیچھے پھیپڑے ہیں-پھیپڑوں کے پیچھے دل ہے-دل کی اندر حرکت ہے--اتنے وولٹیج کا کرنٹ ہے-اتنی اسکی حرکت،کرتے کرتے ایک جگہ پر جاکر آخر اسکی باطن کی انتہا ہوجائے گی-اب باطن پر آپ کو بات ختم کرنی پڑے گی-ورنہ آپ کی زندگی ممکن نہیں اور حصول علم اور عقلی دلائل ممکن نہیں۔تو اسلئے ظاہر سے شروع کرنا پڑے گا باطن پر ختم کرنا پڑے گا،ابتداء سے بات شروع ہوتی ہے،انتہا پر ختم ہوتی ہے-ان چار خطوں کو مانے بغیر کوئی چیز درست نہیں ہوسکتی،کوئی چیز بیان نہیں ہوسکتی،کوئی عقلی دلائل نہیں دئے جاسکتے۔لہٰذا انسانوں کو اسکے آگے ہتھیار ڈالنا پڑینگے-اور خالق کو ماننا پڑے گا۔تخلیق میں اب دو چیزیں ہیں ایک انسان ہے جو ساری مخلوقات کو دیکھتا ہے-سمجھتا ہے-اور ایک دیگر مخلوقات ہیں-اب انسان کے بارے میں خالق کائنات نے بتایا کہ اس کا ایک مقصد ہے کیونکہ کوئی دانشور کوئی کام بغیر مقصد کے نہیں کرتا اپنا وقت ضائع نہیں کرتا انسان کے پیدائش کا مقصد کیا ہے؟

وماخلقت الجنّ والانس الا لیعبدون .(الذاریات.۵۶)

ہم نے نہیں پیدا کیا-انسانوں اور جنوں کو مگر اس بات کیلئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے-

اب انسان عبادت تب کرے گا- جب انسان کو دو باتیں حاصل ہوں، ایک اس کی ذات باقی رہے- اور دوسرے اسکی جنس باقی رہے، اسکی بقائے ذاتی ہو اور بقائے نوعی ہو، اور یہ خود بھی باقی اور زندہ رہے اور اسکی جنس بھی باقی رہے- انسان کی افزائش نسل ہو کر وہ پھلے پھولے اور زمین پر رہے- تب عبادت کا مقصد پورا ہوگا لہٰذا عبادت مقصد ہے- انسان کا اور انسان کیلئے بقائے ذاتی اور بقائے نوعی ضروری ہیں- انسان کی ذات باقی رہے گی- کھانے پینے سے اور باقی ضروریات کو استعمال کرنے سے ان میں مکان ہے- کپڑا ہے- علاج ہے، اور زمین پر پیدا شدہ مخلوقات ہیں- انسان کے ذمے دو کام تھے- ایک کام اپنے مقصدِ عبادت کو پورا کرنا- اور ایک بقائے ذاتی اور بقائے نوعی کیلئے زمین اور آسمان کے درمیان جو چیزیں ہیں ان سے اپنے لئے وسائل پیدا کرنا، لہٰذا عبادت کی دو قسمیں ہوئیں- ایک عبادت بلا واسطہ (Direct عبادت) اور ایک عبادت بالواسطہ (Indirect عبادت)- عبادت بلا واسطہ کے متعلق امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ وہ دو چیزیں ہیں- نماز، روزہ، حج، زکوۃ، ذکر، تلاوت، اعتکاف، مراقبہ، خدمت خلق اور جہاد وغیرہ چیزیں ہیں- جہاد میں اعلائے کلمۃ اللہ کی ساری کوششیں آ جاتی ہیں- تصنیف و تالیف، درس و تدریس، دعوت و تبلیغ، بیعت و تلقین، قانون اور آئین کی سیاسی سرگرمیاں اور قتال- عبادت بالواسطہ Indirect بقائے ذاتی اور بقائے نوعی کے سارے کام ہیں، کیونکہ ان پر دارومدار ہے، Direct عبادت کا- اب Direct بلا واسطہ عبادات تو علوم الٰہیات کی شکل میں مذاہب کی شکل میں اور آسمانی وحی کی شکل میں انسانوں کی سامنے آئیں، یا انسان کے اپنے کاوشوں سے جو اس نے جھوٹے مذاہب پیدا کئے- اس کی شکل میں اس کے سامنے آئیں- اور جو Indirect عبادت ہے وہ زمین آسمان میں غور و فکر کر کے اس سے اپنے لئے وسائل پیدا کرنے سے وجود میں آئیں، اور اسی سے سائنس وجود میں آئی- سائنس پرانے دور میں دو ہی چیزوں کو کہا جاتا تھا- ایک فلسفہ اور ایک الٰہیات- پرانے فلاسفر جو تھے ساری چیزیں انکے ذمے تھیں- منطق، فلسفہ، کیمیا، طبیعات وغیرہ ساری کی ساری چیزیں ان

کے ذمے تھیں- درمیانی دور میں پھر سائنس علیحدہ شاخ ہوگئی- سائنس کے تین تعریفیں Difinitions ہیں- پہلی Incyclopedia Britannica میں ہے- کہ سائنس لاطینی لفظ Scicpia سے بنا ہے اور اسکے معنی علم ہیں-- پھر جو درمیانہ دور آیا اسمیں کہا گیا ہے کہ Science in modren english usaage is generallu confined to the old established natural science like Physical,Chemical and Bilogical Science however mathematics is not excluded." اصطلاحِ سائنس کا مفہوم قدیم ثابت شدہ طبعی علوم تک محدود یعنی طبیعات، کیمیاء اور حیاتیات- پھر ریاضی اس سے خارج نہیں ہے یعنی وہ اسمیں شامل ہے-" S.A Stainly کی کتاب ہے "Science Past and Present" اس کی سائنس کے متعلق تعریف جدید دور کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ ہے- Science in its widest sense is a systimatic method of describing and controlling the material world" سائنس اپنے وسیع ترین معنی میں عالم مادی کے بیان اور اسے مسخر کرنے کے مربوط طریقے کو کہتے ہیں-

اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت علم ہے، اللہ تعالیٰ عالم ہے اور اللہ نے صفت علم کا پرتو اور تجلی زمین پر کی- تو اس سے علوم اور حقائق کے شکل میں وہ چیزیں زمین کی طرف آئیں اور اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس لئے دیں- تاکہ وہ زندگی گزاریں اور مقصدِ پیدائش کو پورا کریں- لہٰذا سائنس کوئی ایسا علم نہیں تھا کہ جو اللہ تعالیٰ کے علوم سے علیحدہ ہو- اور اسکے پڑھنے اور سیکھنے سے انسان کو فائدہ نہ ہو، لہٰذا مذہب اور سائنس میں ٹکراؤ کی کوئی گنجائش اور ضرورت نہیں تھی، لیکن یہ ٹکراؤ کیسے ہوا؟ دو چیزوں میں ٹکراؤ تب آتا ہے جب ان میں سے ایک یا دونوں غلطی پر ہوں- مثلاً پاکستان میں یہ بات مقرر ہے کہ گاڑیوں کی ڈرائیونگ بائیں ہاتھ پر کی جائے اور پیدل لوگ دائیں ہاتھ

Scanned with CamScanner

پر چلیں اب ٹکراؤ کب ہوگا؟ یا تو میں گاڑی چلاتے ہوئے دائیں آ جاؤں یا سامنے والے … راستے کو غلط کر کے سامنے آ جائیں۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ کسی طرف غلطی ہوگی۔ تو ٹکراؤ … ہوگا۔ جب یا تو دین میں غلطی ہو، یا پھر سائنس میں غلطی ہو۔ ایک طرف کی غلط چیز دوسری طرف … صحیح چیز سے آ کر ٹکرائے گی۔ اور یہ اپنی غلطی کو اس سے منوانا چاہے گی۔ اور وہ اپنی صداقت … سے منوانا چاہے گی۔ یہاں تک کہ اس ٹکراؤ میں بلا آخر فتح صداقت کی ہوگی۔

سائنس پر مختلف ادوار گزرے ہیں، پہلے دور کی سائنس rudimentry … معمولی حیثیت کی ہے اور مذاہب بھی اتنے وسیع نہیں ہیں۔ لہٰذا سائنس کا جو پہلا دور … میں کوئی ٹکراؤ نہیں آیا۔ اور وہ دور قبل از تاریخ کا ہے۔ سائنس کے درمیانی دور میں بہت بحث … آیا ہے۔ اس درمیانی دور میں سائنس کو یہودیت کے ساتھ ٹکرانے کا موقع نہیں ملا … یہودیوں کے پاس سائنسی دور میں حکومت ہی نہیں تھی، اس درمیانی سائنسی دور میں مضبوط حکو… عیسائیوں کے پاس رہی ہے۔ اور عیسائیوں کے مذہب کی تاریخ ایسی رہی ہے کہ شروع … تھوڑے سے دور کے بعد انکی کلیسا اور ان کا شاہی تخت علیحدہ ہو گئے۔ پادری گرجوں میں … اور فرمانروا تختوں پر بیٹھ گئے۔ اور ایک دوسرے کو چھیڑا نہیں۔ فرمانرواؤں کا طرز عمل یہ … پادری ہم سے راضی رہیں اور باقی جو کچھ کرتے رہیں۔ صرف لوگوں کو ہمارے خلاف … کریں۔ پادریوں کے پاس عیسائیت اپنی صحیح حالت میں باقی نہیں رہی تھی، تبدیلیاں … کرتے۔ انھوں نے اسے اپنی خواہش نفس کے مطابق ڈھال لیا۔ اور وہ ایک ایسی چیز بن گئی … کسی منطقی بحث کو، کسی فلسفے کے نظریات کو کسی سائنسی بات کو مطمئن نہیں کر سکتی تھی۔ اور … چاہتے بھی نہیں تھے کہ لوگ ان کے ہاتھ سے نکلیں۔ لہٰذا سائنسی نظریات جب سامنے آئے … کا سب سے پہلا ٹکراؤ کلیسا کے ساتھ ہوا اور پادریوں نے اپنے بادشاہوں اور حکومتوں کو … کر سائنسدانوں پر وہ مظالم کیے ہیں۔ جن کو پڑھکر آدمی حیرت میں آ جاتا ہے۔ ان میں … مثالیں میں آپ کو سناتا ہوں۔ ۳۹۰ء میں تھیوفلس نے اسکندریہ یونیورسٹی میں پانچ …

جلائی ہیں۔ اس بناء پر کہ یہ سائنسی کتابیں ہیں اور ان سے ہمیں نقصان ہو رہا ہے۔ اور اپنے دور کے سائنسدانوں کے ساتھ سخت ٹکراؤ کیا ہے۔ اس کی موت کے بعد سائرس اس کا بیٹا ہے یا پوتا ہے وہ گدی پر بیٹھا اور اس گدی نشین نے اسکندریہ کی مشہور سائنسدان ہائی پیشیا Hypesia جسکا اسکندریہ میں اپنا ادارہ تھا۔ اور وہاں اس کے لیکچر ہوتے تھے اور لوگ آ کر سنتے تھے اور وہ جب کائنات کے حقائق کو بیان کرتی تھی۔ تو لوگ اس سے متاثر ہوتے تھے۔ اور اسکا بہت بڑا حلقہ بن گیا تھا، اسکا سائنسی طرز عمل تھا۔ جس سے پادریوں کے تعویذ گنڈے اور توہمات کا دھندہ ٹوٹ رہا تھا۔ تو سائرس کے مریدوں نے ہائی پیشیا پر کالج جاتے ہوئے اس پر حملہ کیا اور اسکے کپڑوں کو نوچ کر اسے ننگا کیا۔ اور گھسیٹ کر کلیسا میں لائے اور پوپ کے بڑے ڈنڈے سے اسکا سر توڑا۔ اور پھر اسکے ٹکڑے کر کے پھینک دیا، اس بات پر کہ مذہب کو خراب کر رہی ہے۔ اور ایسے نظریات سامنے لا رہی ہے۔ جو کلیسا کے زور کو توڑ رہے ہیں۔ اور انسانوں کے عقائد کو خراب کر رہے ہیں۔ سقراط کو اپنے سائنسی خیالات کے ظاہر کرنے پر اور نوجوان نسل کے اس سے متاثر ہونے پر زہر کا پیالا پلا کر قتل کیا گیا ہے۔ پولینڈ کے کوپرنیکس نے اس نظریے کو کہ زمین مرکز کائنات ہے۔ رد کیا ہے، اس نے کہا کہ زمین مرکز کائنات نہیں ہے۔ بلکہ یہ گردش کر رہی ہے۔ لیکن اس نے اپنی کتاب کو کئی سال تک چھپائے رکھا اس خطرہ سے کہ اگر یہ کسی پادری کے ہاتھ لگ گئی۔ تو میرا جو حشر ہوگا وہ قابل برداشت نہیں ہوگا۔ بہرحال جب وہ پادریوں کے ہاتھ چڑھا تو انھوں نے اسے جیل میں ڈالا یہاں تک کہ جیل میں اس کی موت ہوئی۔ اس کے بعد گیلیلیو آیا، اسے عمر قید کی سزا دی گئی۔

زمزم کا معجزہ

معین الدین احمد (ترجمہ عامرہ احسان)

1971ء میں ایک مصری ڈاکٹر نے یورپین پریس میں ایک خط لکھا۔ جس کے مندرجات میں یہ تھا کہ آبِ زمزم پینے کیلئے ضرر رساں ہے۔ میرے ذہن میں فوراً کوندا لپکا کہ صرف مسلمانوں کے خلاف ایک تعصب کا اظہار ہے۔ اور اس خدشے کے اظہار کی بنیاد صرف یہ ہے۔ کہ چونکہ خانہ کعبہ سطح سمندر سے نچلی سطح پر واقع ہے۔ اور شہر مکہ کے وسط میں ہے۔ اور شہر کے وسط میں ہے لہذا شہر کا تمام استعمال شدہ گندہ پانی نالیوں کے ذریعے جمع ہو کر اس کنویں تک پہنچتا ہو گا۔ جس میں یہ پانی موجود ہے۔ خوش بختی یہ ہوئی کہ شاہ فیصل تک یہ خبر پہنچی۔ تو وہ غضبناک ہوئے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ مصری ڈاکٹر اس اشتعال انگیز بیان کو جھٹلا کر گے۔ انہوں نے فی الفور وزارت زراعت و آب رسانی کو حکم جاری کیا۔ کہ وہ آبِ زمزم کے نمونے یورپی لیبارٹری کو ارسال کریں اور اس کے پینے کے قابل ہونے کی تحقیق کروائیں۔ وزارت نے جدہ پاور پلانٹ کو اس کام پر مامور کیا۔ اس موقع پر مجھے بحیثیت انجینئر بھرتی کیا گیا۔ جس کی ذمہ داری سمندری پانی کو نمکیات سے پاک کر کے پینے کے قابل بنانا تھا۔ مذکورہ بالا کام کیلئے نگاہ انتخاب مجھ پر پڑی۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس وقت تک مجھے کچھ بھی اندازہ نہ تھا کہ وہ کنواں جس میں یہ پانی (زمزم) ہے وہ کیسا ہے؟

میں مکہ پہنچا اور خانہ کعبہ کے حکام کو اپنے دورے کے مقاصد سے آگاہ کیا۔ انہوں نے ایک شخص میرے ساتھ متعین کر دیا۔ تاکہ وہ اس ضمن میں ہر ممکن معاونت مجھے فراہم کر سکے۔ جب ہم کنویں پر پہنچے تو میرے لئے یہ امر نا قابل یقین تھا۔ کہ تقریباً 18x14 فٹ کی وسعت کا پانی ایک چھوٹا سا تالاب نما کنواں تھا۔ جو کئی صدیوں سے سیدنا ابراہیمؑ کے وقتوں سے ہر سال کئی لاکھ گیلن پانی فراہم کرتا چلا آ رہا تھا۔

میں نے تحقیقات کا آغاز کرتے ہوئے کنویں کا طول و عرض ناپا۔ میں نے معاون سے کہا کہ وہ مجھے کنویں کی گہرائی سے آگاہ کرے۔ اس نے پہلے غسل کیا اور پھر وہ پانی میں اتر گیا۔ اس نے اپنا جسم بالکل سیدھا رکھا۔ میں نے دیکھا کہ پانی اس کے شانوں سے ذرا سا اونچا تھا۔ اس کا قد تقریباً پانچ فٹ آٹھ انچ تھا۔ اس کے بعد وہ کنویں کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھرنے لگا۔ (اس دوران اسے سر پانی میں ڈبونے کی اجازت نہ تھی) تاکہ وہ یہ تلاش کر سکے کہ کنویں میں کوئی سوراخ یا پائپ نظر آئے۔ جہاں سے پانی اندر آ رہا ہو۔ تاہم اس شخص نے یہی اطلاع دی کہ وہ کسی بھی سوراخ یا پائپ کو ڈھونڈنے سے قاصر ہے۔ مجھے ایک اور خیال آیا کہ پانی تیزی سے ایک بڑے منتقل کرنے والے پمپ کے ذریعے نکال لیا جائے۔ جو کہ زمزم کے ذخیرہ آب پر نصب تھا۔ اس صورت میں پانی کی سطح اس حد تک گر جاتی کہ پانی کی آمد کے مقام کا تعین کرنا ممکن ہو جاتا۔ یہ امر حیران کن تھا کہ پانی نکالنے کے اس عمل میں کچھ بھی نظر نہ آیا۔ تاہم میں جانتا تھا کہ اس کے سوا اور کوئی طریقہ پانی کے آمد کے مقام کے تعین کا نہ تھا۔

چنانچہ میں نے اس عمل کو دہرانے کا تہیہ کیا مگر اس مرتبہ میں نے اس شخص (معاون) سے کہا کہ وہ ایک ہی جگہ ٹھہرا رہے۔ اور دھیان سے یہ دیکھے کہ کنویں میں اس عمل کے کوئی غیر معمولی چیز تو نظر نہیں آئی۔ کچھ ہی دیر بعد اس نے یکایک اپنے ہاتھ اٹھائے اور چلایا۔ الحمدللہ میں نے اسے تلاش کیا۔ اور وہ یہ کہ کنویں کی تہہ سے پانی دھیرے دھیرے اُمڈ رہا ہے۔ جس کی بنا پر میرے قدموں تلے ریت تھرکتی محسوس ہو رہی ہے۔ پانی پمپ سے منتقل کیا جا رہا تھا۔ اور اس دوران وہ کنویں کے اطراف جدھر بھی گیا اسے یکساں طور پر یہی عمل (قدموں تلے) ہر جانب محسوس ہوا۔ دراصل کنویں کی تہہ سے پانی کی آمد ہر سطح سے برابر ہو رہی تھی۔ جس کی بنا پر پانی کی سطح ہموار اور برابر تھی۔ ان مشاہدات کو مکمل کر لینے کے بعد میں نے یورپی لیبارٹریوں میں ٹیسٹ کیلئے بھیجے جانے والے پانی کے نمونے لے لئے۔ خانہ کعبہ چھوڑنے سے پہلے میں نے حکام سے مکہ کے دیگر کنوؤں کے بارے میں معلومات لیں۔ مجھے بتایا گیا کہ

دیگر کنویں زیادہ تر خشک ہیں۔ جب میں اپنے دفتر جدہ لوٹا تو میں نے حاصل کردہ معلومات
سربراہ کو دیں۔ وہ نہایت ذوق وشوق سے سنتا رہا۔ مگر اس نے ایک نہایت نامعقول تبصرہ کیا
چاہ زمزم اندرونی طور پر بحرالاحمر سے ملا ہوا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہ کیونکر ممکن تھا۔ جب کہ
سے 75 میل دور واقع تھا۔ اور شہر کے دیگر کنویں بالعموم خشک رہتے تھے؟ یورپین لیبارٹریوں
پانی کے نمونے کے حاصل کردہ نتائج اور ہماری اپنی لیبارٹری کا تجزیہ یکساں تھا۔ آبِ زمزم
کے دیگر ذرائع کا پانی صرف کیلشیم اور میگنیشیم کی مقدار میں باہم مختلف تھا۔ ان نمکیات کا
آبِ زمزم میں قدرے زیادہ تھا شاید اسی بنا پر آبِ زمزم تھکے ماندے حاجیوں کو تازہ دم
ہے۔ تاہم زیادہ قابل ذکر اور اس پانی (زمزم) میں فلورائیڈ زنمکیات کی موجودگی ہے۔ جو
کش اثر کا حامل ہے۔ مزید برآں یورپی لیبارٹری کے تبصرے میں اس امر کا اظہار بھی واضح
یہ پانی پینے کیلئے بالکل موزوں ہے۔ چنانچہ مصری ڈاکٹر کا بیان کلیۃً غلط ثابت ہوا۔ جب یہ
شاہ فیصل کو ملی تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے حکم صادر کیا کہ یورپی پریس میں مذکورہ
کی تردید جاری کی جائے۔ تاہم یہ بھی ایک نعمت ہی تھی کہ اس تحقیق کے بہانے پانی کی
تناسب کے بارے میں معلومات حاصل ہو گئیں۔ درحقیقت جتنی کھوج لگائے جائیں گے
حیران کن معلومات حاصل ہوتی جائیں گی اور آپ اس پانی کے معجزات پر یقین کرنے
ہو جائیں گے کہ جسے اللہ...... اہل ایمان کیلئے جو دور و نزدیک سے اس صحرائی علاقے
چلے آتے ہیں۔ ایک انعام کے طور پر عطیہ فرمایا ہے۔ آیئے آبِ زمزم کے نمایاں پہلوؤں
احاطہ کرلیں۔ یہ وہ کنواں ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس اس نے ہمیشہ آبی ضرورت
کو پورا کیا ہے یہ جب سے وجود میں آیا ہے۔ اس میں نمکیات کا تناسب اور ذائقہ ہمیشہ یکساں
ہے۔ پینے کیلئے اسکی موزونیت بین الاقوامی طور پر ہمیشہ سے مسلمہ رہی ہے۔ چونکہ دنیا بھر
حاجی عمرے اور حج کیلئے ہر سال خانہ کعبہ آتے ہیں۔ اور کبھی اسکے بارے میں کوئی شکایت نہیں
۔ اس کے برعکس انہوں نے ہمیشہ اس پانی کا بھرپور لطف اٹھایا ہے۔ جو انہیں تازہ دم کر

ہے۔ پانی مختلف جگہوں پر مختلف ذائقے کا حامل ہوا کرتا ہے۔ لیکن آبِ زمزم کی طلب ہمیشہ
آفاقی رہی ہے۔ اس پانی کو کبھی کیمیائی عمل سے نہیں گزارا گیا۔ اور نہ ہی کبھی اس میں کورین شامل
کی گئی ہے جیسا کہ اکثر شہروں کو فراہم کئے جانے والے پانی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ بالعموم دیگر
کنوؤں میں حیاتیاتی افزائش اور سبزہ اگ آیا کرتا ہے۔ کائی کی بنا پر بھی پانی کا ذائقہ اور بو کے
مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور پانی پینے کے قابل نہیں رہتا۔ لیکن آبِ زمزم میں حیاتیاتی افزائش
کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ صدیوں پہلے بی بی ہاجرہؓ نے صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان اپنے
شیر خوار بچے حضرت اسماعیلؑ کیلئے دیوانہ وار پانی تلاش کیا۔ جب وہ پانی کی تلاش میں جا بجا دوڑی
پھر رہی تھیں۔ تو بچہ ریت پر ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ پانی کا ایک تالاب سا ابھرا اور اللہ کی رحمت سے
ایک کنویں کی شکل اختیار کر گیا جو آبِ زمزم کہلانے لگا۔ (بشکریہ شفاء نیوز انٹرنیشنل)

علم

علم ایسا پھول ہے۔ جو جتنا کھلتا ہے۔
اتنی ہی خوشبو دیتا ہے۔

امام شافعیؒ

فکرِ آخرت - ایک انقلابی عقیدہ

مولانا محمد فاروق غالب

زندگی کے سن و سال گزر رہے ہیں - انسان جب اس دنیا میں تشریف لاتا ہے تو اس وقت سے اس کی زندگی کی گاڑی شاہراہ عمر پر دوڑ شروع کرتی ہے - اس طرف حیات اور زندگی ہے - اور اس طرف فنائیت اور موت ہے - درمیان میں حالات ہیں، صحت ہے، مرض ہے، خوشی ہے، غم ہے، سفر ہے، حضر ہے، صبح و شام اور لیل و نہار کی گردش ہے - اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ تمہارے امتحان اور آزمائش کے واسطے ہے - زندگی دی گئی ہے - آزمائش ہے - موت آئے گی - امتحان ہے - خلق الموت والحياة ليبلوكم ايكم احسن عملاً --- الآية

موت اور حیات کو اسی واسطے پیدا کیا گیا ہے - تاکہ بہترین اعمال والے لوگوں کا پتہ چلے - تاکہ یہ معلوم ہو کہ کون اس فانی زندگی کے بنانے کی فکر کرتا ہے - اور کون باقی اور ابدی زندگی کے سنوارنے کا غم کرتا ہے - جو عقلمند لوگ اس فکر میں پڑ جائیں کہ کل قیامت ہوگی - حساب کتاب ہوگا - اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کریں گے کہ بتاؤ عمر کہاں گزاری؟ جوانی کو کس چیز میں صرف کیا؟ مال کو کہاں سے کمایا؟ پھر کس چیز میں خرچ کیا؟

پھر میں کیا جواب دوں گا؟ - اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ جو اس فکر میں پڑ گیا کہ میں رب کے حضور کھڑا ہوں گا - اور اس وجہ سے نفسانی خواہشات ترک کئے تو اس کا ٹھکانہ جنت ہے - یہ فکر اور یہ غم اس کو جنت میں لے جائے گا - ﴿واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هى الماوى﴾

ترجمہ - اور جو کوئی ڈرا ہو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے اور روکا ہو اس نے جی کو خواہش سے - اس کا ٹھکانہ بہشت ہی ہے - اس کے برعکس جو لوگ دنیا کی اس فانی زندگی کو ﴿سب کچھ﴾ سمجھے اپنا مال، اپنی جان اور اپنی صلاحیتیں اس کی نذر کرے - صبح و شام اور لیل و نہار دنیاوی زندگی

کے لئے وقف کردے تو اس کی یہ کوشش اور فکر اس کو جہنم کی طرف لے جائے گا - اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا - ﴿فاما من طغى و آثر الحيوة الدنيا فان الجحيم هى الماوى﴾

قارئین کرام!

زندگی کی گاڑی رواں دواں ہے - ہر حال میں یہ گاڑی برابر دوڑتی ہے - یہ گاڑی کسی موڑ پر رکتی ہے نہ کسی سٹاپ پر بریک لگاتی ہے - ہاں جب منزل مقصود کو پہنچ جاتی ہے تو یہ پھر ہمیشہ کے لئے رکتی ہے - ایسی رکتی ہے کہ پھر چلنے کا نام نہیں لیتی - زندگی کی گاڑی کے اس سفر کے دوران نشیب و فراز آتے ہیں - کامیابی، ناکامی، صحت، مرض، خوشی، غم - لیکن یہ تمام چیزیں وقتی اور عارضی ہیں - ختم ہونے والی ہیں - زائل ہونی والی ہیں - محدود ہیں - موت پر ان تمام چیزوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے -

انسان جب اپنا مقررہ وقت اس دنیا میں گزارے - اس کا رزق ختم ہو جائے - اور موت کا پروانہ آجائے - زندگی کے سفر کے اختتام پر جب یہ انسان موت کے دروازے سے گزر کر مٹی کے گھر کا باشندہ بن جاتا ہے - جب اس کے بدن پر لباس کی بجائے سفید کفن ہوتا ہے - جب اس کا سر برہنہ، پاؤں چپل سے خالی ہوتے ہیں - جب اس کے سر کے نیچے ریشم کے تکیہ کی بجائے مٹی کا سرہانہ ہوتا ہے - جب یہ انسان زندگی کی اوپر والی سطح سے نیچے چلا جاتا ہے - جب اس کی بیوی بیوہ بن جاتی ہے - جب اس کی اولاد یتیم ہو جاتی ہے - جب اس کا مال ترکہ بن جاتا ہے - جب اس کو اصلی نام کی بجائے میت پکارا جاتا ہے - جب اس کی اخروی سفر کا نقطہ آغاز ہوتا ہے - تو یکسر حالات میں انقلاب آتا ہے - اب وہ سارے عوارض (صحت، مرض، خوشی، غم) ختم ہو گئے - جو اس کی پریشانی کا سبب بنے ہوئے تھے - تضادات کی دنیا سے یہ آدمی نکل گیا - اب تو آخرت میں متضاد چیزیں نہیں ہیں - یا تو ہمیشہ کے لئے خوشی، صحت اور کامیابی ہے - جیسے ارشاد باری ہے - ﴿ان المتقين فى ظلال و عيون و فواكه مما يشتهون ٥ الاية﴾ دوسرے قسم کے وہ لوگ ہوں گے - جن کے لئے حسرت، ناکامی اور ہمیشہ تکلیف ہے -

﴿ان شجرة الزقوم – طعام الاثيم كالمهل يغلى فى البطون﴾
ترجمہ۔ مقرر درخت سی ہنڈ کا کھانا ہے۔ گناہ گار کا۔ جیسے پگھلا ہوا تانبا کھولتا ہے پیٹوں میں

ایک نئی زندگی اور نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اس دنیا میں یہ آدمی نامانوس ہوتا ہے۔ اس کی
اس کے لئے اجنبی ہوتی ہیں۔ انسانوں کی بجائے اس کا واسطہ نورانی مخلوق، فرشتوں سے
ہوتا ہے۔ اب اموال اس کے کسی کام نہیں آتے۔ اس کی تمام کی تمام ضرورتیں اعمال
ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ آخرت میں اموال کسی کام کے نہیں، آخرت کا سکہ اعمال ہیں۔

ان الذين امنوا وعملوا الصلحت كانت لهم جنت الفردوس نزلا۔ الاية
ترجمہ۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں۔ اور کئے ہیں بھلے کام۔ ان کے واسطے ہے۔ ٹھنڈی چھاؤں
باغ بطور مہمانی، جس طرح دنیا میں اموال کی کھرا پن اور کھوٹا پن کو پرکھا جاتا ہے۔ بالکل اسی
آخرت میں اعمال کو بھی جانچا جائے گا۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن جن
اول فیصلہ سنایا جاوے گا۔ ان میں وہ شہید ہی ہوگا۔ جس کو بلا کر اول اللہ تعالیٰ اپنی ان
اظہار فرمائیں گے۔ جو اس پر کی گئی تھی۔ وہ اس کو پہچانے گا۔ اور اقرار کرے گا۔ اس
سوال کیا جاوے گا۔ کہ اس نعمت سے کیا کام لیا۔ وہ کہے گا کہ تیری رضا کے لئے جہاد کیا
شہید ہو گیا۔ ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے۔ یہ اس لئے کیا تھا کہ لوگ بہادر کہیں گے۔ سو کہا جا
جس غرض کے لئے جہاد کیا گیا تھا۔ وہ حاصل ہو چکی۔ اور وہ منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم
جائے گا۔۔۔۔ الحدیث

اسی طرح عالم اور مالدار بھی بلایا جائے گا۔ اور ان دونوں کے ساتھ بھی اسی
وجواب اور معاملہ ہوگا۔ اور آخر میں ان کو بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینکا جائے گا
اللہ جل شانہ تو دل کے بھیدوں اور رازوں پر خبردار ہے۔ اس لئے اس فانی
جو بھی قدم اٹھانا ہو۔ نہایت احتیاط اور اخلاص کے ساتھ آگے جانا چاہیے۔ آخرت کا

چونکہ اعمال ہے۔ اس لئے جس طرح دنیا میں لوگ اس آدمی کو غریب اور مسکین کہتے ہیں۔ جس کے پاس روپے اور پیسے نہ ہوں۔ اسی طرح آخرت میں غریب اور فقیر وہ ہے۔ جس کا دامن اعمال سے خالی ہو۔ ترمذی شریف میں ایک حدیث ہے کہ ایک مرتبہ پیغمبر علیہ السلام نے صحابہ کرام سے پوچھا۔ اتدرون من المفلس؟ کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ غریب اور مفلس وہ آدمی ہے۔ من لا درهم له، ولا متاع۔ کہ جس کے پاس درھم ہو نہ سامان۔ پیغمبر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ غریب آدمی وہ ہے کہ (قیامت کے دن) اس کے نماز، روزہ، حج اور زکوۃ (یعنی ان کا ثواب) ہو۔ لیکن اس آدمی نے کسی کو گالی دی ہوگی۔ کسی کا خون بہایا ہوگا۔ کسی کا مال کھایا ہوگا۔ کسی کو مار پیٹا ہوگا۔ تو ان سب (حقداروں) کو اس آدمی کے نیک اعمال سے بدلہ دیا جائے گا۔ اور جب اعمال ختم ہو جائیں گے۔ اور حقداروں کا حق باقی ہوگا۔ تو ان کے گناہ اس کے نامہ اعمال میں لکھے جائیں گے۔ اور آخرکار یہ آدمی دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ درحقیقت یہی آدمی فقیر ہے۔ کہ سب کچھ ہونے کے باوجود اعمال کی وجہ سے اب خالی ہاتھ کھڑا ہے۔ اور عین وقت میں وہ قیمتی متاع سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

قارئین کرام!

زندگی کی گاڑی کا رخ اس جہان کی طرف ہے۔ جہاں اوقات صبح و شام اور لیل و نہار کی گردش سے ناآشنا ہے۔ جہاں موت نہیں بلکہ زندگی ہی زندگی ہے۔ وہاں ایسا قیام ہوگا کہ اس کے بعد کوچ اور روانگی نہیں ہے۔ لہذا آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہ وہ انقلابی عقیدہ ہے۔ جس سے انسانی زندگی میں تبدیلی آتی ہے۔

اخبار الجامعہ

دورہ تدریب المعلمین

تجربات ومشاہدات سے یہ بات مسلمہ حقیقت بن چکی ہے کہ کسی طالب علم کی
صلاحیت کا اجالا پن اور نکھار ایک اعلیٰ تجربہ کار، مشفق اور صاحب کردار مدرس کی
موقوف ہے۔ دینی علم ہو یا عصری، دونوں کی تحصیل میں مبتدی کسی ماہر فن اور تجربہ کار استاذ
رہتا ہے۔ استاذ کا تمام ترفیض بذریعہ تدریس اس متعلم کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ نیز متعلم
استفادہ معلم کے مکمل افادہ پر منتج ہے۔ کسی بہترین معلم کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم
تعلیم بہترین مثال ہے۔

جامعہ عثمانیہ کی مجلس تعلیمی نے مدرسین کی بہتر کارکردگی اور طلباء کے علمی ارتقاء کو
رکھ کر یہ دلی تمنا رکھی ہوئی تھی کہ مدارس دینیہ کے نئے فضلاء کے لئے دورہ تدریبیہ
جائے۔ جس میں ان کو مختلف علوم وفنون کا مفید طریقہ تدریس سمجھانے کے لئے ماہرین فن
کرام کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جائے۔ تاکہ تدریس کے حوالہ سے احسن کارکردگی
ہوسکے۔

چنانچہ ۲۴ رجب ۱۴۱۹ھ / ۱۴ نومبر ۱۹۹۸ء کو جامعہ عثمانیہ کی مجلس تعلیمی کا اجلاس
جس میں دورہ تدریبیہ کے انعقاد کا فیصلہ طے پایا۔ اس دورے کے انتظامات کی ذمہ داری
کے استاذ مولانا نجم الرحمٰن کو سونپ دی گئی۔ اس کے بعد مختلف اجلاسات میں اس فیصلے
شکل دی گئی۔ چالیس مدارس سے رابطہ کر کے دو دو مدرسین کو اس دورے میں شرکت
دینے کا فیصلہ ہوا۔ ان کی رہائش وطعام کا مشورہ بھی ہوا۔

اس دورہ تدریبیہ کے لئے جن ماہرین فن، تجربہ کار حضرات کو منتخب

تجربات کا نچوڑ پیش کرنے کی دعوت دی گئی تھی، ان میں حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ، مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب، شیخ الحدیث مولانا حسن جان صاحب، مولانا تقی عثمانی صاحب، قاضی حمید اللہ صاحب گجرانوالہ، مفتی نذیر احمد شاہ صاحب فیصل آباد، مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی صاحب، مولانا محمد اشرف صاحب خانیوال، ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی صاحب علامہ اقبال یونیورسٹی اور ڈاکٹر محمد نعمان صاحب پشاور یونیورسٹی شامل تھے۔ مذکورہ حضرات نے اس تدریب کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے پرزور تائید فرما کر بخوشی دعوت قبول فرمائی۔

چنانچہ ۱۴ اپریل ۱۹۹۹ء کی اجلاس میں تاریخ طے کر لی گئی کہ چار روزہ دورہ تدریبیہ ۲-۳-۴-۵ ستمبر ۱۹۹۹ء کو جامعہ عثمانیہ میں ہوگا۔ اس سلسلے میں تمام امور مکمل انجام پائے۔

جون ۱۹۹۹ء میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ اور نصاب کمیٹی کا اجلاس مری میں ہوا۔ اجلاس میں جامعہ عثمانیہ کے رئیس جناب مفتی غلام الرحمٰن صاحب بھی شریک تھے۔ اجلاس میں وفاق المدارس کے ناظم مولانا قاری محمد حنیف صاحب نے اعلان کیا کہ مدارس کی آئندہ سال کی تعطیلات میں وفاق بڑے پیمانے پر دورہ تدریب المعلمین کرنے والا ہے۔ اور مشورہ طے ہو چکا ہے۔

اس قابل تحسین اعلان کے بعد وفاق کے بڑے پروگرام کو مدنظر رکھ کر جامعہ نے اپنا طے شدہ پروگرام کو منسوخ کر دیا۔ جب ہمارا سرپرست ادارہ اس کام کو وسیع پیمانے پر کرار ہا ہے تو ہمارے محدود پروگرام کی کیا ضرورت ہوگی۔ چنانچہ مدعوین حضرات کو بھی اس تنسیخ کی اطلاع دی گئی۔ اس سلسلے میں جب وفاق المدارس العربیہ کے صدر جناب شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کو خط لکھا گیا۔ تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اور اس دورہ تدریبیہ کی منسوخی پر افسوس کا اظہار فرمایا۔ تب معلوم ہوا کہ یہ وفاق کا فیصلہ نہ تھا لیکن بروقت دوبارہ جامعہ کیلئے اس پروگرام کا انعقاد مشکل تھا۔

اس کے بعد اس سال مجلس تعلیمی نے اپنے اجلاس میں یہ فیصلہ کیا کہ محدود پیمانے پر اس

تدریب المعلمین کا اہتمام کیا جائے۔ اور اس کے لئے ۱۶۔۱۷ مارچ ۲۰۰۵ء کی تاریخیں مقرر ہوئیں۔ اس کے لئے جن ماہرین فن اور تجربہ کار حضرات کو مدعو کیا گیا تھا۔ وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان صاحب۔
۲۔ استاذ العلماء حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب۔
۳۔ استاذ العلماء حضرت مولانا حمد اللہ جان صاحب۔
۴۔ رئیس جامعہ حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب۔
۵۔ حضرت مولانا قاضی محمد امین صاحب۔
۶۔ حضرت ڈاکٹر قاضی مبارک صاحب۔
۷۔ حضرت ڈاکٹر عبدالقادر سلیمان صاحب۔
۸۔ حضرت محمد زمان صاحب۔

مذکورہ حضرات کے لئے موضوعات اور نشستیں مقرر کی گئی تھیں۔ چنانچہ تدریب المعلمین کا افتتاح رئیس جامعہ حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن کے ابتدائیہ کلمات سے ہوا۔ ۱۶ مارچ بروز بدھ بعد از ظہر پہلی نشست ۲ تا ۳۰-۳ کی تھی۔ جس میں ڈاکٹر عبدالقادر سلیمان نے شرکاء تدریب المعلمین سے گفتگو فرمائی۔ ان کا موضوع تھا۔ ﴿مطالعہ کی حفاظت اور درس کی تیاری﴾

دوسری نشست ۳۰-۳ تا ۵ بجے حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن دامت برکاتہم کی تھی۔ جن کا موضوع تھا ﴿فقہ کی تدریس عصر حاضر کے تقاضوں کی روشنی میں۔﴾

تیسری نشست ۔۷ تا ۳۰-۸ بجے حضرت ڈاکٹر قاضی مبارک کی تھی۔ جس کا موضوع تھا۔ علم نحو کی اہمیت اور پڑھانے کا طریقہ اور ادب عربی پر اس کے اثرات۔

۱۷ مارچ بروز جمعرات قبل از ظہر تین نشستیں مقرر تھیں۔

پہلی نشست ۳۰-۸ تا ۱۰ بجے کی حضرت مولانا مولانا شیر علی شاہ صاحب کی تھی۔ جن کا موضوع تفاسیر کی روشنی میں قرآن کا فہم۔ موصوف علالت کی وجہ تشریف نہیں لا سکے۔

دوسری نشست ۱۰ تا ۳۰-۱۱ بجے حضرت مولانا قاضی محمد امین صاحب کی تھی۔ جن کا موضوع تھا۔ ﴿اصول فقہ اور طریقہ تدریس﴾

تیسری نشست ۔۳۰-۱۱ تا ۱ بجے حضرت محمد زمان صاحب کی تھی۔ جن کا موضوع تھا۔ تعلیمی ﴿نفسیات اور اسکی رعایت﴾

اسی دن بعد از ظہر دو نشستیں مقرر تھیں۔

چوتھی نشست ۲ تا ۳۰-۳ بجے حضرت مولانا حسن جان صاحب کی تھی۔ جن کا موضوع تھا۔ ﴿علوم حدیث اور پڑھانے کا طرق﴾

پانچویں نشست ۔۳۰-۳ تا ۵ بجے حضرت مولانا حمد اللہ جان صاحب کی تھی۔ جن کا موضوع تھا۔ ﴿درس نظامی میں معقولات کی اہمیت اور ضرورت﴾

تدریب المعلمین کے اس دورے میں مذکورہ حضرات نے جو مقالے پیش کیے۔ شرکاء کو اس کا خاصا فائدہ حاصل ہوا۔ چنانچہ حضرت مولانا حسن جان صاحب کی دعا سے اس تدریب کا اختتام ہوا۔

واضح رہے کہ جامعہ میں چار سال سے رمضان میں دورہ تدریبیہ کرایا جاتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا حسین احمد صاحب اس دورہ میں استاد اور طرق التدریس، تعلیمی نفسیات، شاگرد اور استاد کا تعلق، استاذ کی ذمہ داریوں اور نظم مدرسہ جیسے موضوعات پڑھاتے ہیں۔ بحمد اللہ اس کا بڑا فائدہ فضلاء کو حاصل ہو رہا ہے۔ نیز یہ موضوعات تحریری صورت میں موجود ہیں۔ انشاء اللہ عنقریب طبع ہو کر کتابی شکل میں منظر عام پر آئیں گی۔

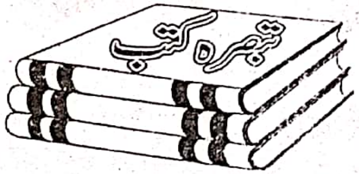

کتاب کا نام..............تذکرۃ المفسرین

مؤلف..............مولانا قاضی محمد زاهد الحسینیؒ

صفحات.............۳۹۲ تبصرہ نگار..........مولانا محمد ارسلان

یوں تو اس موضوع پر پہلے بھی اہل علم نے قلم اٹھایا ہے۔جیسے مولانا ابوالخیر نے طبقات المفسرین پر مفصل کام کیا۔مگر بدقسمتی سے وہ کتاب آج نایاب ہے۔محمد بن علی داؤدی نے اس موضوع پر بسط سے کام کیا مگر ۹۴۵ھ کی یہ کتاب اپنی اصلی ہیئت میں مکمل اجزاء کے ساتھ نہیں ملتی۔اسی طرح امام قاسم بن خیرۃ الشاطبی نے بھی مفسرین کے حالات پر کتاب لکھی تھی ... ہوسکی۔اہل علم شدت سے اس امر کی ضرورت محسوس کر رہے تھے چونکہ قرآن عزیز ... کے حالات کو یکجا کر کے منظر عام پر لانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔اس اہم کام کو ... محقق، وسیع النظر اور کثیر المطالعہ عالم کی ضرورت تھی۔خداوند کریم نے اس کارنامے ... کیلئے مولانا زاهد الحسینی صاحب کا انتخاب کیا۔انھوں نے ۱۹۴۴ء میں تذکرۃ المفسرین ... سے کتاب لکھی جس میں ایک ہزار سال کے علماء تفسیر کا ذکر تھا اردو زبان میں اس اہم موضوع ... پہلی کتاب تھی۔اسلئے عوام وخواص میں اسکو پذیرائی حاصل ہوئی۔۱۹۸۸ء میں دوسری ... ۲۰۰۴ء میں تیسری طباعت ہوئی۔تو اسمیں دور نبوت سے لیکر آج تک کے مفسرین ... حیات کو ذکر کیا گیا ہے۔اکثر مفسرین کے ساتھ جائے پیدائش، تاریخ پیدائش، تاریخ ... تفسیر کے نام کے علاوہ دیگر تصانیف و دینی خدمات کا بھی ذکر کیا گیا ہے اس زبان ... کتاب کے رونق میں یقینی اضافہ ہوا۔یہی وجہ ہے کہ ہر طبقہ فکر نے اسمیں دلچسپی کا اظہار ... اہل دانش و علم اور تحقیقی اداروں نے اس علمی کاوش کو عقیدت کی نظر سے دیکھتے ہوئے

قرار دیا۔

مؤلف کا انداز بیان سنجیدہ اور پروقار ہے۔انکی تحریر پرجوش کے بجائے دلیل کا غلبہ رہتا ہے۔دھیمے اور شیریں زبان میں بات اتارتے چلے جاتے ہیں۔کتاب کو مؤلف نے چودہ طبقات میں تقسیم کر کے ہر صدی کے مفسرین کو الگ الگ طبقہ میں ذکر کیا ہے۔۶۲۶ مفسرین کا مختصر تعارف اور حالت زندگی مذکور ہیں۔کتاب کے اوائل میں تحریف، تاویل اور تفسیر پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔۱۹۸۰ء کی دوسری ایڈیشن میں جن مفسرین کو مؤلف نے بقید حیات ذکر کیا تھا۔وہ سب اس قید سے آزاد ہوگئے۔اس کتاب میں مصنف نے اپنی ذاتی کاوش و علمی مہارت کے علاوہ تقریباً ۲۴ معتبر و معروف کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔اکثر مفسرین کے مسالک کو بھی ذکر کیا ہے۔معتزلہ اور فقہ جعفریہ کی مفسرین حضرات کو بھی مفسرین ہی کی فہرست میں شامل کیا ہے۔یقیناً دور نبوت سے لیکر آج تک کے مفسرین کا بالاستیعاب ذکر کرنا مؤلف کا امت پر احسان ہے۔

مؤلف نے بعض اوراق پر مفسرین کی زندگی سے متعلق بعض دلچسپ لطائف کو بھی ذکر کیا ہے جس سے قاری کی اکتاہٹ ختم ہوجاتی ہے۔علامہ تفتازانیؒ اور جرجانی کا مناظرہ، اسی طرح سراج الهندیؒ اور حافظ ابن تیمیہ کا مناظرہ اچھے انداز میں پیش کیا ہے۔بیماری کے دوران قاری شہاب الدین صاحب سے سلطان وقت کا اظہار عقیدت، اسی عمر نسفی اور زمخشری کے مابین دلچسپ مکالمہ اور اس قسم کے دوسرے واقعات کتاب کے حسن کو دوبالا کر دیتے ہیں۔

کتاب میں اکثر مفسرین کے ساتھ تاریخ پیدائش، تاریخ وفات، تفسیر کے نام کے ساتھ انکی زندگی کے مختصر حالات کے علاوہ مسلک کا بھی ذکر ہے۔مگر بعض مفسرین کے بعض معلومات مفقود ہونے کی وجہ سے قاری تشویش میں پڑ جاتا ہے۔اگر ہر مفسر کے ساتھ مکمل معلومات ہوتی تو کتاب کی رونق میں اور بھی اضافہ ہوتا۔بعض ایسے مفسرین کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔جنکی مستقل تفسیر نہیں مگر علم تفسیر کے ساتھ مناسبت اور علاقے کا رشتہ ہے۔انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن عزیز کے مفسرین کی تعداد تقریباً ۲ لاکھ تک لکھی ہے۔مؤلف نے اہل علم کی علمی ضرورت کو پورا کیا

ہے۔

ماہنامہ: ندوۃ العلم کراچی

صفحات: ۶۳

تبصرہ نگار: مدثر شاہ

ناشر: جامعہ ندوۃ العلم سعید آباد کراچی

دین اسلام اللہ تعالی کا وہ آخری کامل مکمل دین سماوی ہے۔جس نے ادیان گزشتہ کی حیثیت … ہمیشہ کے لئے منسوخ کیا۔اب نجات کا واحد راستہ دین اسلام کا وہ روشن قندیل ہی ہے جس کی … روشنی میں امت مسلمہ کی بقاء کا ضامن کاروان علم وعرفان، اپنی ابدی کامیابیوں کی طرف … رواں رہتا ہے۔جسے یقیناً قدم بقدم کفری طاقتوں کا سامنا بھی ضرور ہے۔

دین کی بقاء کی خاطر بے شمار اور بے مثال قربانیوں کے ایک طویل سلسلے اور مختلف دینی خد… کے نذرانے پیش کرنے پر تاریخ اسلام کے اوراق شاہد عدل ہیں۔جنہیں آج پڑھنے والا … پڑھ کر بھی خوف وحدت سے کانپ اٹھے گا۔اور یہ لامتناہی سلسلہ نہیں معلوم کتنی عجیب … مجاہدات کا بحر بیکراں اپنے اندر سمویا ہوا ہے۔جس کی تلاطم خیز موجوں میں سے گزرتے … اپنی اپنی بساط کی حد تک رجال کار اس دین متین کی سلامتی کو قائم ودائم رکھنے کی خاطر اپنی … نچھاور کرتے چلے گئے ہیں۔

دیوانے گزر جائیں گے ہر منزل غم سے

حیرت سے زمانہ انہیں تکتا ہی رہے گا

اس دین فطرت کا بول بالا کرنے اور اسے کائنات کے چپہ چپہ تک پہنچانے … واسطے اللہ تعالی نے تکوینی طور پر ہر زمانہ اور ہر خطہ میں ایسے افراد پیدا کئے کہ یا تو جہاد … میدان عمل بنایا، یا اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اپنا مال ومتاع قربان کر دینے کا طریقہ اپنایا۔یا … تحریر سے اسلام کی حقیقی روح کو اس کے اصل روپ میں اقوام عالم کے سامنے پیش کرنے …

عمریں صرف کیں، اور یہی ہر دور میں دین کی اہم ترین ضرورت رہی ہے۔کیونکہ حقیقت حال کی صداقت وحقانیت کے باوجود کبھی کبھی ابلاغی نظام فعال نہ ہونے کی وجہ سے ناکامی یا پھر مایوسی کی سی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔اور بسا اوقات ملت کی عظیم محنتیں مٹی تلے دب جاتی ہیں۔

یوں تو دینی اداروں کی ابلاغی کوششیں، یقیناً قابل تعریف ہیں۔اور تقریباً اکثر اداروں سے بصورت ماہنامہ یا سہ ماہی یا ششماہی رسائل چھپتے رہتے ہیں۔جن میں اصلاح وتربیت، فضائل اعمال، فرائض واحکام، دینی شعائر کا دفاع اور ان سے امت کو روشناس کرانے کا بڑا اہتمام کیا جاتا ہے۔جس کے نقد فوائد ہمارے سامنے ہیں۔ماہنامہ ندوۃ العلم کراچی اس سلسلہ کی ایک تازہ ترین کڑی ہے۔جس میں ایک طرف اگر مذکورہ بالا مشترک پہلو کا التزام ہے تو دوسری طرف تاریخی ادوار، نظریاتی اہداف پر آگاہی، سیاست، دین کی سمجھ عطا کرتے، حالات حاضرہ پر نظر اور معاشرتی اصلاحات کی پوری پوری رعایت ہے۔اس حوالہ سے یہ ہر خاص وعام کے لئے یقیناً یکساں مفید ہے۔مزید براں اعلی طباعت، نفیس کاغذ اور انتہائی خوشنما ٹائٹل اس کا تشخص ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس عظیم دینی خدمت کو تا ابد اصلاح امت اور انقلابی لائحہ عمل کا ذریعہ بنائے۔اور امت مرحومہ کی مزید خدمت کی توفیق کامل مستمر عطا فرمائے۔

این دعا از من واز جانب جہاں امین باد

کتاب کا نام: خودنوشت افکار سرسید

مرتب ومدون: ضیاء الدین لاہوری

صفحات: ۲۷۱

ناشر: جمعیۃ پبلی کیشنز لاہور

تبصرہ نگار: مولانا محمد فاروق غالب

تاریخ کا ہر طالب علم یہ جانتا ہے کہ سرسید احمد خان کا شمار ہندوستان کی عظیم و عبقری شخصیات میں ہوتا ہے۔ تحریر وتقریر توان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ وسعت مطالعہ اور علمی ذوق نے ان کی شخصیت کو اور بھی جلا بخشی۔ ایک دور میں ان کی ہر تقریری وتحریری کاوش کو اہل ذوق اور ارباب علم ودانش قدر کی نظر سے دیکھتے تھے۔ لیکن جب (سرؒ) کی نت نئی موضوعات پر مضامین اور کتابیں منظر عام پر آئیں۔ تو ان کی تحریر کے گہرے سمندر میں علمی غوطہ خوروں کو سیپیوں میں بند موتیوں کے ساتھ مخفی زہر کو آشکارا کیا۔ جس کو انہوں نے گرم بازاری کے زعم میں مبتلا ہو کر امت پر مسلط کرنا چاہا تھا۔

سرسید نے قرآنی نصوص اور احادیث نبویہ کے اصولی موقف سے ہٹ کر اپنی عقل کو احکامات کے لئے کسوٹی جان کر اسے پرکھا اور رائے گھڑ دی۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بن باپ پیدائش انبیاء کرامؑ سے خرق عادات واقعات کا صدور اور ملائکہ وشیاطین کی حقیقت سے سرسید خان منکر تھے۔

فاضل مؤلف نے جناب ضیاء الدین لاہوری نے ربع صدی پر محیط وقت میں انتہائی محنت کر کے سرسید احمد خان کی تمام کتابوں، مضامین اور رسائل کا مطالعہ کر کے اس کی تحریرات کو جمع کیا ہے۔ جن سے امت کے اعتقادات ونظریات پر کاری ضرب پڑتی تھی۔ لاہوری صاحب کی یہ محنت قابل تحسین ہے۔ جس میں انہوں نے نہ صرف پاک و ہند بلکہ انگلستان کے کتب خانوں سے بھی استفادہ کیا ہے کہ جن تک پہنچ عام قاری کے بس کی بات نہ تھی۔ اسی محنت سے (سرؒ) کے نظریات کے مطالعے اور ان کی افکار وسیرت پر غور وفکر میں مدد ملے گی۔ اور شخصیت بین حضرات خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں گے۔

کتاب کا ٹائٹل اعلیٰ اور جلد بندی مضبوط ہے۔ ۱۷۲ صفحات پر مشتمل یہ کتاب خوبیوں کے ساتھ ساتھ اتنی ظاہری خوبیوں پر مشتمل ہے کہ پہلی نظر میں قاری کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے۔

بنوں برانڈ ٹریڈ مارک معیار میں اعلیٰ

توابل الادم

سولہ اجزاء کا مجموعہ

بنوں

سالن مصالحہ

مرچ سرخ، دھنیا، ہلدی، لہسن، میتھی، زیرہ، کالی، دارچینی، جلوتری، الائچی کلاں، اچورہ، انار دانہ، تیز پتہ، جائفل، لونگ اور ٹماٹر پاؤڈر

تیار کردہ: حاجی مقبول الرحمٰن، شاقیاز خان

گل آباد کالونی للہ زاک روڈ پشاور۔ پاکستان